تصوف اور اکابرِ دیوبند

تالیف

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

ناشر

دار البحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات مرکز احیاء الفکر الاسلامی.........................(۳۴)

نام کتاب: تصوف اور اکابرؔ دیوبند

تالیف: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۶۴/

تعداد: ۱۱۰۰/ قیمت: Rs.30=

سن اشاعت............................ ۲۰۱۴ء م ۱۴۳۵ھ

باہتمام: حافظ عبد الستار عزیزی

ناشر

دار البحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور 247129 یوپی (انڈیا)

ملنے کے پتے

☆ کتب خانہ یحیوی، متصل مظاہر علوم سہارنپور ☆ خانقاہ رحیمیہ رائے پور، سہارنپور (یوپی)

☆ اتحاد بک ڈپو، دیوبند سہارنپور (یوپی) ☆ مکتبہ زید، محلّہ مولویان کاندھلہ، مظفرنگر

☆ مکتبہ اسلام ۳۷/ گوئن روڈ لکھنؤ ☆ مکتبہ ندویہ، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

فہرست

مقدمہ: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۶

عرض مؤلف محمد مسعود عزیزی ندوی ۷

تصوف کیا ہے؟ ۸

تصوف کے سلسلہ میں بعض صوفیاں کے اقوال ...... //

تصوف، تزکیہ نفس، تہذیب اخلاق اور احسان کی صفت پیدا کرنیکا نام ہے . ۹

تصوف ایک الہامی نظام ہے ۱۰

تصوف کا ایک پہلو طریقت اور دوسرا ذکر وفکر ...... //

تصوف کے دوسرے پہلو ...... //

تصوف اور اہل تصوف ۱۲

مستشرقین اور تصوف ۱۴

تصوف کے حاملین ۱۵

اکابر دیوبند ۱۶

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ ...... //

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ۱۹

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ۲۱

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ ۲۳

حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ ۲۵

حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ۲۶

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ ۲۷

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ۲۹

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ ۳۰

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ ۳۲

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ۳۳

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ ۳۴

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ ۳۶

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ الہ آبادی ۳۸

حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ ۳۹

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مظاہریؒ ۴۱

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ ۴۲

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ۴۴

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ ۴۶

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ جلال آبادی ۴۷

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ ۴۸

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ ...... //

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ ۴۹

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ ...... //

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ۵۰

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ مظاہری ۵۱

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ ۵۱
حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنیؒ ۵۲
حضرت مولانا شاہ انور حسین نفیس صاحب حسینیؒ لاہوری .... //
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ میانوالی ۵۳
حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ ۵۵
حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کراچی ۵۶

موجودہ اکابر دیوبند

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ ۵۷
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ .... //
حضرت مولانا مفتی عبد القیوم صاحب رائے پوری مدظلہ ۵۸
حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسار پوری مدظلہ ۵۹
حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ ۶۰
حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب مدظلہ .... //
حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا مدظلہ ۶۱
حضرت مولانا ظریف احمد صاحب قاسمی ندوی مدنی .... //
حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی ۶۲
دیگر اکابر حضرات ۶۴

مقدمہ

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر مسلم پرسنل لاء بورڈ

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی خاتم الانبیاء محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین امابعد!

انسان کی زندگی کو سنوارنے اور اس کی سیرت وکردار کو معیاری بنانے میں اخلاق وتصوف کا بڑا اثر رہا ہے، تصوف اصلاً دین کو اپنی زندگی میں اتارنے اور دنیا سے زہد و بے رغبتی کا نام ہے، جو دنیا کو دین کے اعتبار سے برتنے اور دنیا میں دل نہ لگانے سے حاصل ہوتا ہے، جس کے لئے ذکر وعبادات اور ریاضت ومجاہدہ کی بھی ضرورت پڑتی ہے، اس سلسلے میں بزرگان دین کے جو سلسلے اور طریقے معروف ہو کر سامنے آئے، ان میں سلاسل اربعہ قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ کو زیادہ شہرت ومقبولیت ملی اور دیوبندی مکتبہ فکر کے حضرات نے ان سلاسل طریقت سے خاصا استفادہ کیا اور جو غلو محسوس کیا اس کو دور کرنے کا بھی کام کیا اور سنت وشریعت کی روشنی میں اس سے استفادہ کیا، جس سے اصلاح ودعوت اور تعلیم وتربیت کے کام میں بڑی تاثیر پیدا ہوئی۔

عزیز گرامی مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے اس موضوع کو اختیار کر کے (اکابر دیوبند کے مختصر حالات جمع کر کے) ایک رسالہ ترتیب دیا ہے، جس کا عنوان ہے ''تصوف اور اکابر دیوبند'' میں ان کے اس عمل پر اظہار قدر دانی کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ رسالہ لوگوں کے لئے معیاری دینی زندگی اختیار کرنے میں معاون ہو۔

۱۴۳۵/۶/۲۸ھ — محمد رابع حسنی ندوی

۲۰۱۴/۴/۲۹ء — ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

تصوف اور اکابر دیوبند پر یہ رسالہ ہمارے ایک دوست قاری محمد فاروق مظہر اللہ کرتپوری امام وخطیب شاہی مسجد گھوگھل دہلی کے ایماء سے وجود میں آیا، حضرت قاری صاحب کے حکم سے ایک مضمون ''تصوف وسلوک'' کے سلسلہ میں تحریر کرکے ان کی خدمت میں بھیجا تھا، جوان کو بے انتہا پسند آیا، انہوں نے فوراً تقاضہ کیا کہ ''تصوف اور اکابر دیوبند'' کے عنوان سے بھی ایک مضمون تحریر فرمادیں، چونکہ قاری صاحب تصوف کے عنوان پر ایک ضخیم کتاب تیار کررہے ہیں، اس لئے یہ مضمون حضرت قاری صاحب کی تعمیل ارشاد میں تحریر کیا، اس میں ان اکابر وبزرگان دین کو شامل کیا گیا ہے جن کے نام برجستہ راقم کے ذہن میں آئے، بہت سے حضرات کے نام اس میں نہ آسکے یہ چونکہ تفصیلی موضوع ہے، اس لئے سب کا استقصاء ممکن بھی نہیں تھا۔

مضمون قاری صاحب کی خدمت میں بھیج دیا گیا تھا، اب خیال پیدا ہوا کہ اگر اس کو الگ سے کتابی شکل میں بھی شائع کردیا جائے تو اس کا فیض اور متعدی ہوجائے گا، اس لئے اس کی الگ سے اشاعت کا پروگرام بنایا اور شیخی ومرشدی حضرت اقدس مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے اس پر مقدمہ لکھوایا، اللہ تعالی حضرت کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم ودائم رکھے، اور رسالے کو قبول فرمائے، اور رسالے میں مذکور اکابر کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان کام پر خاتمہ نصیب فرمائے اوران بزرگان دین کے ساتھ حشرت فرمائے۔ وماذلك على الله بعزيز

۲۷؍رجب ۱۴۳۵ھ — محمد مسعود عزیزی ندوی

۲۷؍مئی ۲۰۱۴ء بعد نماز ظہر بروز منگل — رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصوف اور اکابرِ دیوبند

تصوف کیا ہے؟

تصوف اللہ سے ملانے کا ایک راستہ ہے، اور آج کل کی کمپیوٹر کی زبان میں تصوف ایک سافٹ ویئر (Software) ہے، جس کے لئے ایمان کی ونڈو (Window) ضروری ہے، جس ایمانی ونڈو کے ساتھ تصوف کا سوفٹ ویئر چلے گا، اس کی رفتار بھی زیادہ ہوگی اور اس کی سروس بھی تیز ہوگی، اور اس سے آدمی (Direct) ڈائریکٹ اللہ سے مل جائے گا، اور وصول الی اللہ کے مقام پر فائز ہوجائے گا، اگرچہ علماء نے تصوف کی مختلف تعریفیں کی ہیں، مگر سب کا خلاصہ ایک ہی ہے، انداز بیان، تعبیرات اور الفاظ الگ الگ ہیں۔

تصوف کے سلسلہ میں بعض صوفیا کے اقوال

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ''تصوف یہ ہے کہ تو مخلوق سے منھ موڑلے، اللہ سے رشتہ جوڑلے''۔

حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں ''تصوف ہر چیز کی حقیقت جاننے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوس ہونے کا نام ہے''۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ ''تصوف شریعت پر اخلاص سے عمل کرنے کا نام ہے''۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ''تصوف اپنے کو مٹادینے کا نام ہے''۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں ”تصوف کی ابتداء ”اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ“ ہے اور تصوف کی انتہا ”اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ“ ہے“۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”انسان کی مثال گاڑی کسی سی ہے، شریعت کی مثال راستے کی سی اور طریقت کی مثال پٹرول کی سی ہے، انسان اگر اللہ تک پہنچنا چاہے تو اسے شریعت کے راستے اور طریقت کے پٹرول کی ضرورت پڑے گی، لہٰذا جو لوگ شریعت وطریقت میں سے کسی ایک چیز کے بھی منکر ہیں، وہ اپنی گاڑی کو راستے ہی میں رکا ہوا پائیں گے، کامیاب زندگی یہ ہے کہ انسان ”فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ“ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے ”تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ“ کے مطابق اخلاق خداوندی سے متصف ہوکر اور اوصاف محمدی سے مزین ہوکر زندگی گزارے تاکہ ”مُنِیْبِیْنَ اِلَی اللّٰہِ“ کی جماعت میں شامل ہوکر بشارت الٰہی اور رضاء خداوندی کی منزل تک پہنچے، اسی کا نام تصوف ہے۔ (تصوف وسلوک صفحہ ۱۴)

تصوف، تزکیہ نفس، تہذیب اخلاق اور احسان کی صفت پیدا کرنے کا نام ہے

ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری لکھتے ہیں کہ ”بعض صوفیہ کے نزدیک تصوف تزکیہ نفس، تہذیب اخلاق اور احسان کی صفت پیدا کرنے کا نام ہے، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے اپنی کتاب ”تصوف کیا ہے“ میں گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے دین کے تین شعبے بتائے ہیں: ایک ایمان، دوسرا اعمال صالحہ اور تیسرے شعبے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ”محبت، خشیت، یقین وتوکل اور احسان واخلاص جیسی روحانی وقلبی صفات اور تزکیہ اخلاق پر مشتمل ہے“ پھر لکھا ہے کہ ”یہی چیزیں تصوف اور سلوک کا

(۱) تصوف وسلوک صفحہ ۱۴۔

موضوع ہیں، اور انہیں کی پیدائش تصوف کے اعمال واشغال کا مقصود ہے“۔

تصوف ایک الہامی نظام ہے

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب ”تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک“ میں تصوف کو ایک الہامی نظام قرار دیتے ہیں اور اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں: ”تزکیہ نفس، تہذیب اخلاق کا وسیع ومستحکم نظام جس نے بعد کی صدیوں میں ایک مستقل علم وفن کی شکل اختیار کرلی، نفس وشیطان کے مکاید کی نشاندھی، نفسانی اور اخلاقی بیماریوں کا علاج، تعلق مع اللہ اور نسبت باطنی کے حصول کے ذرائع وطرق کی تشریح وترتیب جن کی اصل حقیقت تزکیہ واحسان کے ماثور وشرعی الفاظ میں پہلے سے تھی اور جس کا عربی واصطلاحی نام بعد کی صدیوں میں تصوف پڑ گیا، اسی اجتماعی الہام کی ایک درخشاں مثال ہے“۔

تصوف کا ایک پہلو طریقت اور دوسرا ذکر وفکر

ان دونوں تعریفوں میں تصوف کا ایک پہلو ”طریقت“ پیش کیا گیا ہے، اور اس کا بھی صرف ایک جز نمایاں کیا گیا ہے، نفس انسانی کو اخلاقی ونفسانی برائیوں سے پاک کرنا، محاسن اخلاق سے آراستہ کرنا، خدا کی نافرمانی سے بچانا اور خوف وخشیت، یقین وتوکل، اخلاص ومحبت جیسی صفات پیدا کرنا، یہ طریقت کا صرف ایک حصہ ہے، طریقت کا دوسرا حصہ ذکر وفکر اور عشق الٰہی کے ذریعے اپنی ذات سے فانی اور خدا کی ذات سے واصل ہونا ہے۔

تصوف کے دوسرے پہلو

طریقت کے علاوہ تصوف کے دو اور پہلو بھی ہیں، ایک کا تعلق کشفی علوم ومعارف سے ہے، اور دوسرے کا زندگی کے نقطہ نظر اور دین کے تصور سے، جس کسی کو تصوف کی

بارہ سو سالہ تاریخ سے ہلکی سی بھی واقفیت ہوگی، اسے ان دونوں پہلوؤں کو تسلیم کرنے میں کوئی تکلیف یا تردد نہیں ہوگا۔

تصوف کا دوسرا پہلو معرفت سے عبارت ہے، جب سالک طریقت کی راہ طے کرلیتا ہے یا بڑی حد تک طے کر چکتا ہے، تو اس کے سامنے علم کا ایک نیا دروازہ کھلتا ہے، کچھ چیزیں اس کے مشاہدے میں آتی ہیں، کچھ حقائق اس پر منکشف ہوتے ہیں، کچھ معارف اس کے قلب پر نازل ہوتے ہیں، وہ کچھ آوازیں سنتا ہے، کچھ چیزیں خواب میں دیکھتا ہے، یہ سارے مشاہدات، مکاشفات، الہامات، ہواتف اور رویا صوفیہ کے لئے عقل ووحی سے جدا ایک مستقل ذریعہ علم کا درجہ رکھتے ہیں، اس کے ذریعے ماضی، حال اور مستقبل کے واقعات وحوادث معلوم ہوجاتے ہیں، اس علم کی روشنی میں سلوک کی منزلیں بھی دریافت کی جاتی ہیں، اور سفر بھی طے کیا جاتا ہے، بعض صوفیہ اس کے ذریعے سے خدا، کائنات اور انسان سے متعلق مختلف حقائق دریافت کرتے ہیں اور ان کی بنیاد پر فلسفے تشکیل دیتے ہیں اور کچھ دینی امور میں فیصلے بھی کرلیتے ہیں، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے تصوف کو ایک الہامی نظام کہہ کر ایک طرح سے اس کا اثبات کیا ہے، اور اپنی کتاب ”تاریخ دعوت وعزیمت“ کے ان حصوں میں جو حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ سے متعلق ہیں، ان بزرگوں کے عرفانی نظریات کا ذکر بھی کیا ہے۔

تصوف کا تیسرا پہلو وہ ہے جس کا تعلق زندگی کے نقطہ نظر اور دین کے تصور سے ہے، بعض صوفیہ نے اس پہلو پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، جن میں امام غزالی اور شیخ ابن العربی نمایاں ہیں اور بعضوں کے اقوال وبیانات اور زندگی کے حالات سے ان کا موقف معلوم کیا جاسکتا ہے۔(۱)

(۱) تصوف اور شریعت صفحہ ۹/۱۱۔

غرضیکہ تصوف کا مذکورہ مفہوموں میں سے جو بھی مفہوم لیا جائے، جو بھی معنی مراد لئے جائیں، تصوف علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کی دولت سے شرف یابی کا نام ہے، جس سے تعلق مع اللہ ہوجاتا ہے اور جو حضرات اس کے جامع ہوتے ہیں، وہی اہل اللہ بھی ہوتے ہیں۔

تصوف اور اہل تصوف

بعض ظاہر بیں اور جہال نے تصوف کی حقیقت کو اپنے غیر اسلامی اور غیر دینی شعار سے بلکہ بعض مرتبہ اپنے غلط افکار ونظریات سے بدلنے کی کوشش کی، جس کا لوگوں پر غلط اثر پڑا اور امت کا ایک طبقہ تصوف کو گالی کے مرادف سمجھنے لگا، مولانا عبدالقیوم حقانی لکھتے ہیں کہ ”محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کو اللہ تعالی نے مزکیٰ اور سراج منیر بنا کر بھیجا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت دلوں کو نکھارتی، رذائل سے پاک اور فضائل سے آراستہ کرتی تھی، اس روشن چراغ سے دل ہدایت ربانی سے روشن، تعلق الٰہی سے منور اور یاد حق سے سرشار ہوجاتے تھے، دنیا کی محبت نکل کر رگ وپے میں اللہ تبارک وتعالی کی محبت سمو جاتی تھی، آپ کی تاثیر سے ایمان ویقین اور اخلاص واحتساب کی وہ دولت ہاتھ آتی جس کے سامنے ہفت اقلیم کی بادشاہی گرد معلوم ہوتی تھی، عظمت الٰہیہ کے سامنے نفس امارہ کے تمام جذبات دب جاتے تھے اور خشیت الٰہی حال بن جاتا تھا، اوامر الٰہیہ سے فطری مناسبت ہوجاتی اور دین مبین طبیعت ثانیہ بن جاتا، رضائے حق مقصود ہوتی اور اسوۂ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع زندگی کا مقصد، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کو ”تزکیہ“ کہتے ہیں اور یہ صفت ختم نبوت کی برکت سے باقی صفات نبوت اور دین متین کی طرح اس آخری امت میں نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال تک مکہ مکرمہ کے دار ارقم میں اور پھر ہجرت

کے بعد صفہ میں انسانوں کی ایک ایسی جماعت تیار کی جس کا ہر فرد دین کا سپاہی اور جانباز مجاہد تھا، لوگ جب جماعت پیغمبر کو اتباع پیغمبر میں شب بیداری اور یاد خدا میں مشغول دیکھتے تو انہیں زاہد کہتے، جب ان کے جسموں پر اون کا کھر درا لباس دیکھتے تو صوفی کہتے، جب میدان جہاد میں ان کی بہادری اور بے جگری دیکھتے تو مجاہد کہتے، یہی وہ صحابہ تھے جن کے لئے "بالليل رهبان و بالنهار فرسان" (راتوں کو راہب اور دن کو شہسوار) بولا جاتا تھا، یہی لوگ تھے جو علوم نبوت کے وارث، فکر نبوت کے امین اور اشاعت دین کے علمبردار تھے، انہی کو صوفی، اہل طریقت اور اصحاب تصوف کہا جاتا تھا، قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کا نصاب تعلیم وتربیت تھا، یہی ان کا ضابطہ حیات تھا۔

اچھی روایت اور اچھی روش ہمیشہ غلط لوگوں کے ہاتھوں بری رسم اور برے طریقوں سے بدل جایا کرتی ہے، تصوف کے ساتھ بھی یہی کچھ معلوم ہوا، علم کی جگہ جہالت نے لے لی، اور عمل کی جگہ بے عملی بلکہ بدعملی کا دور دورہ ہوگیا، تصوف وطریقت کو خفیہ شریعت اور فریب کاری کو کرامات کا نام دیدیا گیا، دغا باز اور ہوس پرستوں نے تصوف کو مشق ستم بنالیا، اور آج کل تو علم حقیقی اور قرآن وحدیث کی معرفت سے کورے انجینئر، ڈاکٹر، پروفیسر، میجر وغیرہ حضرات نے اس شعبہ میں طبع آزمائی کر رکھی ہے، بلکہ دھڑلے کے ساتھ اس کی تولیت ہی سنبھال لی ہے، اب ظاہر ہے ایسی صورت میں کیا ہوگا، تصوف کیا بن جائے گا، اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کسی صاحب دل نے کیا خوب کہا ہے: ''تصوف حال تھا لیکن اپنے دور انحطاط میں براحال بن گیا، وہ احتساب تھا لیکن اب اس نے اکتساب کی صورت اختیار کرلی، وہ استتار (پردہ) تھا لیکن اب اشتہار نظر آنے لگا، پہلے وہ صدور کی عمارت تھی اب وہ غرور کا مرکز بن گیا، پہلے وہ تقشّف تھا اب تکلف کا جامہ اس نے پہن لیا، پہلے وہ تخلق

تھا، اب وہ تملق بن گیا، پہلے قناعت تھی، اب اس نے حرص کا روپ دھارلیا''۔

مستشرقین اور تصوف

اپنوں نے تو ستم ظریفی کی ہی تھی، مگر سب سے زیادہ مستشرقین یورپ نے۔ جن میں اکثریت یہودی اور درپردہ صہیونیت کے علمبرداروں کی ہے۔ تصوف پر۔ جو ''احسان اسلامی'' کا مظہر اور اس کی شبیہ ثانی ہے۔ جو نظر عنایت کی ہے، اور اس کے خصوصی مطالعہ اور تحقیق وجستجو کے نام پر اس کی اقدار ونظریات کو سبوتاژ (sabutage) کرنے کیلئے انہوں نے جس قدر محنت اور لگاتار کوششیں کی ہیں، ان کا اندازہ ان کی تصوف کے موضوع پر تصنیف وتالیف اور تصوف کی قدیم امہات کتب کی یورپ کی سرزمین سے توزیع واشاعت سے لگایا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ سب کچھ محض ''اسلام کی خدمت'' کے جذبہ سے تو کیا نہیں ہے، اور نہ وہ حالت کفر میں رہتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کیلئے کبھی مخلص ثابت ہوسکتے ہیں، ان کی ساری جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح تصوف کے افکار ونظریات اور اسلامی معتقدات میں درانداز ی اور ان کتب تصوف میں دسیسہ کاری کر کے اپنے اسلام دشمنی کے مشن کو پورا کرسکیں اور تصوف کی شبیہ کو بگاڑ کر رکھدیں، چنانچہ انہوں نے اس غرض کے لئے تصوف کے موضوع پر تقریباً ۳۶ کتابیں انگریزی وجرمنی اور فرنچ میں شائع کیں، اور اپنے ناپاک مقصد کی تکمیل کے لئے ایک زبردست کوشش کی، جس کا اثر مغربی دنیا پر تو پڑا ہی، بہت سے مسلمان مفکرین محققین بھی متاثر ہوئے، جو مغرب پر اعتماد کرتے ہیں، اور وہ تصوف اور صوفیہ کے بارے میں شک کرنے لگے اور اس کو برا سمجھنے لگے اور اہل عرب تو اس نام سے گویا چڑنے لگے۔ (۱)

(۱) اس سلسلہ میں تفصیل دیکھنے کے لئے ماہنامہ دارالعلوم کا شمارہ ۱۱/ جلد ۹۷/ بابت محرم ۱۴۳۵ھ مطابق نومبر ۲۰۱۳ء ملاحظہ فرمائیں، جس کے صفحہ ۳۳/ سے صفحہ ۴۰/ تک ڈاکٹر ابوعدنان سہیل کا مضمون ''تصوف اور مستشرقین'' ہے۔

تصوف کے حاملین

حالانکہ تصوف ایک ربانی شعبہ ہے، تزکیہ نفس کا ذریعہ ہے، اور وصل الٰہی کا ایک طریقہ ہے، اور اس سے متصف اکابرین کی ایک تاریخ ہے، اور ایک طویل سلسلہ ہے، یہ سلسلہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے امت کے اندر چلا آرہا ہے، اور ہر جگہ اور ہر زمانے میں علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کے حصول میں لگنے والے اصحاب قلوب، اصحاب دعوت وعزیمت اور اہل ذکر وشکر، مقبولین بارگاہ الٰہی، صوفیہ کرام، محسنین اور بزرگان دین پیدا ہوتے رہے ہیں، جن کا یہ سلسلہ بلا انقطاع چودہ سو سال سے مسلسل چلا آرہا ہے، بعثت نبوی کے چار مقاصد میں سے تزکیہ نفس مستقل ایک شعبہ ہے، اس شعبہ کے حاملین صوفیا ہی ہوتے ہیں، جنہوں نے امت کے ہر طبقہ میں تجدید دعوت، تجدید ایمان، تجدید فکر اسلام اور احیاء دین کا فریضہ انجام دیا ہے۔

تصوف اور اصحاب تصوف کو کسی خاص جگہ اور خاص وقت کے ساتھ متعین نہیں کیا جاسکتا، مگر ہماری یہ تحریر جس کا عنوان اکابر دیوبند ہے، اس میں اکابر دیوبند ہی میں سے چند بزرگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے، سب کا استقصا مقصود نہیں، اور یہ ممکن بھی نہیں، اس لئے بروقت اور برجستہ جن حضرات کے نام ذہن میں آئے، یہاں ان کا ذکر کیا جارہا ہے، ورنہ تو یہ ایک طویل اور تفصیل طلب موضوع ہے، اور اس پر ہر ایک صاحب ذوق اپنے قلم کو حرکت میں لاسکتا ہے، اللہ تعالی ناکارہ کی اس کاوش اور تحریر کو قبول فرمائے اور آخرت میں ان بزرگان دین کے ساتھ حشر فرمائے۔

اکابر دیوبند

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے، ہم نے یہاں پر اکابر دیوبند کے گل سرسبد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے سلسلہ شروع کیا ہے اور اس میں اس چیز کا التزام کیا ہے کہ وہی اکابرین شامل کئے جائیں، جنہوں نے تصوف، سلوک وطریقت اور تزکیہ واحسان کو حاصل کیا اور علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کی دولت کو بھی وافر مقدار میں حاصل کیا اور اس کے روحانی فیض کو امت کے افراد میں منتقل کیا، اس میں پہلا حصہ مرحوم اکابر دیوبند کا ہے، دوسرا حصہ ان اکابر دیوبند کا ہے جو بقید حیات ہیں اور جن کا روحانی فیض جاری وساری ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے، اور اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی شخصیت کی عظمت ورفعت اور ان کی بلند نگاہی کا زمانہ نے اعتراف کیا، دینی تفقہ، ایمانی فراست، اور ظاہر وباطن کی اجتماعیت میں جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، جسے دینی امور کی قیادت حاصل تھی اور امور زندگی کو سمجھانے میں جس کی برتری مسلم تھی، ایک طرف اس نے روحانی تربیت اور قلب ونظر کے تزکیہ کا کارنامہ انجام دیا اور خاک کی آغوش میں تسبیح ومناجات کی صدا لگائی، تو دوسری جانب انگریزوں کی غلامی کے خلاف شاملی کے تاریخی میدان میں جنگ آزادی کی قیادت کی اور وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل کا فریضہ ادا کیا۔

حضرت حاجی صاحب کی ولادت ۱۲۲۳ھ م ۱۸۰۸ء میں نانوتہ ضلع سہارنپور میں اپنے ننہال میں ہوئی، جب کہ آپ کا آبائی وطن تھانہ بھون ضلع مظفرنگر تھا،

حاجی صاحب کا سلسلہ نسب سیدنا فاروق اعظم تک پہنچتا ہے، سات سال کی عمر میں ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا، تو ان کی تربیت کی ذمہ داری شیخ محمد امین تھانوی پر آپڑی، سولہ سال کی عمر میں آپ نے دہلی کا سفر کیا، اور صرف ونحو کے علاوہ خصوصیت سے فن حدیث کی تعلیم حاصل کی، اللہ تعالی کی رحمت نے ان پر علم کے دروازے کھول دئے اور انہیں تھوڑے ہی عرصہ میں دینی فہم اور کتاب وسنت سے خاص تعلق پیدا ہوگیا۔

صلاح وتقوی پیدائشی طور پر ان کی فطرت میں ودیعت کردیا گیا تھا، جس نے آگے چل کر کائنات کے رازہائے سربستہ اور اسرار وحکمت وقدرت ان پر واضح کئے، اور تعلق مع اللہ، مخلوق خدا پر نظر، اسلام اور مسلمانوں کے مسائل کی فکر اور محبت رسول ان کی زندگی کے امتیازی خصائص بن گئے۔

حاجی صاحب عام علماء ومشائخ کی طرح دین کے صرف کسی ایک پہلو پر عامل نہیں تھے بلکہ وہ دین کو ہمہ جہت اور ہمہ گیر سمجھتے تھے، اور زندگی کے وسیع تناظر میں اس کو راہ نما مانتے تھے، انہوں نے مسلمانوں کی دینی اور تعلیمی بیداری کے لیے موجودہ حالات کا بڑی گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا، اور دلوں میں ایمان وعقیدہ کا بیج بونے کے لئے وسیع تیاری کی۔

۱۸۵۷ء کے انقلاب کی ناکامی ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ کا ایک المیہ اور دردناک واقعہ تھا، اس کے بعد پورے ملک میں انگریزوں کے اثرات پھیل گئے اور ان کے قدم جم گئے، اس انقلاب کی قیادت کے جرم میں مسلمانوں کو طرح طرح سے ستایا گیا اور ان کو تکلیف پہنچائی گئی، اس ضمن میں حاجی صاحب کی گرفتاری کے وارنٹ بھی جاری ہوئے، اس لیے انہوں نے اپنے بعض دوستوں کے ساتھ کراچی ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ کی جانب ہجرت فرمائی، اور اسی کو اپنا وطن بنالیا، مکہ مکرمہ جانے

کے بعد بھی حاجی صاحب نے ہندوستان کے مسلمانوں سے اور یہاں کی آزادی سے دلچسپی رکھی، اور وہاں سے ہدایات سے نوازتے رہے۔

اسی طرح حاجی صاحب نے روحانی دولت اور اللہ تعالی کی معرفت حضرت میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی سے حاصل کی، اور ان کے زیر سایہ سلوک وطریقت کے منازل طے کئے، اور سلوک وطریقت اور معرفت کے امام بن گئے، اور ہزاروں لوگوں کو شریعت وطریقت کے جام پلائے اور امامت ومعرفت کی سند عطا فرمائی، حاجی صاحب کی جدوجہد کے نتیجہ میں علماء ربانی اور مخلص بزرگان دین کی ایک پوری جماعت تیار ہوئی، جس نے اصلاح وتربیت کے میدان میں ان کی پیروی کی اور دعوت وارشاد کے طریقے کو اپنایا اور ہندوستان کی آزادی کے سلسلہ میں عملی جہاد میں حصہ لیا، اور دوسرے علمی اور دینی حلقوں میں ان کی دعوت اور فکر عام کرنے کے لیے جدوجہد کی، ان مخلص علماء کرام کی اس مخلصانہ جدوجہد کی پہلی کاوش دیوبند کا مرکزی ادارہ ''دارالعلوم'' تھا، جو حاجی صاحب کے خوابوں کی تعبیر اور ان کی آرزوں کی تکمیل تھا۔

اسی طرح سرزمین حجاز پر بھی حاجی صاحب کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، نہ جانے کتنے دلوں کو انہوں نے نور ایمان سے بھردیا، کتنی عقلوں اور ذہنوں کو جلا بخشی اور عربوں کے معاشرے میں دینی غیرت اور قربانی کے جذبات پیدا کردئے اور دینی فہم اور عمل کے دروازے کھولدئے، اس طرح حاجی صاحب نے حرم کے جوار میں چالیس سال گزارے اور ۱۳/جمادی الثانیہ ۱۳۱۷ھ ۲۰/اکتوبر ۱۸۹۹ء بروز جمعہ چوراسی سال تین ماہ بیس روز کی زندگی پاکر واصل بحق ہوگئے، اور جنت المعلّٰی میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ۱۲۴۸ھ میں ضلع سہارنپور کے ایک قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے، ان کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، اللہ تعالی نے ان کو بچپن ہی سے ذکاوت وذہانت کے جوہر سے نوازا تھا، اس لئے کم عمری میں عام بچوں سے جداگانہ ان کی شناخت تھی، انہوں نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا جس میں انہیں علم وروحانیت اور علم وعلماء کی قیادت کی بشارت دی گی تھی۔

دیوبند اور سہارنپور کے بعض اساتذہ سے انہوں نے قرآن کریم اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر دہلی جاکر اپنی دینی تعلیم کی تکمیل کی، اور شاہ عبدالغنی سے حدیث کی اعلی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد تلاش معاش کے لئے متعدد جگہ ملازمت کی، لیکن ان کی خودداری انہیں کسی بڑے کام اور شایان شان عمل کے لئے آمادہ کرتی رہی، پھر ایک مختصر مدت تک درس وتدریس کے کام میں بھی مشغول رہے لیکن ان کے مزاج اور شخصیت کی گمشدہ متاع اب بھی ہاتھ نہیں آئی۔

طالب علمی کے دوران ہی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ان کا رابطہ قائم ہوا، اور حاجی صاحب کو اللہ تعالی نے ارشاد وتربیت کی صلاحیت اور روحانیت میں اعلی مقام عطا کیا تھا، اس لئے انہوں نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کرلی اور ان کو اپنا روحانی راہ نما بنالیا، انہوں حاجی صاحب سے دین خداوندی کی نصرت وخدمت کے نام پر بیعت کی اور اس کے لئے سخت ترین مجاہدے کئے، یہاں تک کہ عبادت، ذکر اور مراقبہ کے علاوہ ہر تمنا ان کے دل سے رخصت ہوگئی اور انہوں نے اپنی دیرینہ متاع حاصل کرلی۔

اس طرح بہت کم مدت میں سلوک وطریقت کے منازل طے کرلئے اور مسند ارشاد پر فائز ہوگئے اور لوگوں کے مرکز عقیدت بن گئے، انہوں نے عقل وذہن پر مسلط ہونے والے باطل رجحانات کا اپنی قوت ایمانی اور وسیع علم کے ذریعہ مقابلہ کیا اور اس وقت مسلم معاشرہ کے بے دینی کے حالات کے خلاف کھل کر اپنی کڑھن اور فکر کا اظہار کیا، انہوں نے دیکھا کہ انگریز فولاد وآہن اور تلوار کے سہارے پوری مسلم قوم کو شکار کرلینا چاہتے ہیں اور انہوں نے عیسائی مبلغین اور داعیوں کا پورا جال بچھا رکھا ہے، اور وہ اپنی تدبیر اور مکر وفریب سے مسلمانوں میں اسلام سے بدظنی اور عیسائیت کی ترویج کرنا چاہتے ہیں، اس خطرہ کا احساس سب سے پہلے علماء کرام نے کیا، جن کے سرخیل حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تھے، اس لئے انہوں نے اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے جدوجہد شروع کردی۔

اس اندرونی کڑھن اور انگریز کو ملک سے نکالنے کے لئے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے دیوبند میں ایک بڑے مدرسہ کے قیام کا منصوبہ بنایا جو مسلمانوں کی دینی پناہ گاہ اور رشد وہدایت کا مرکز ہو، چنانچہ انہوں نے دیوبند کی جامع مسجد کے کنارے ایک مدرسہ کی ابتدا کی جو دیوبند کے عظیم جامعہ کے خشت اول تھی، یہ ادارہ اخلاص وایمان کی بنیاد پر قائم ہوا تھا، رفتہ رفتہ اس کے دائرہ کار اور اس کی خدمات میں اضافہ ہوتا رہا اور اس وقت سے آج تک یہ ادارہ مسلمانوں کی دینی اور فکری رہ نمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

مدرسہ دیوبند کا سب سے بڑا کارنامہ مسلمانوں کے اندر صحیح دینی فکر اور دینی عقائد ومسلمات کی حفاظت اور اسلام کے راستہ میں جاں سپاری کے جذبات پیدا کرنا ہے، اس ادارہ سے بڑے بڑے علماء کرام اور مشائخ پیدا ہوئے جنہوں نے جنگ آزادی میں حصہ لیا اور تحریک آزادی کی قیادت کی اور وہ آج تک ملک وملت کے مفادات

کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے دینی مستقبل کی تعمیر نو کے لئے حضرت نانوتوی کے بے شمار کارنامے اور احسانات ہیں، جنہیں ایک لمحہ کے لئے بھی بھلا دینا ممکن نہیں، یہ انہیں کی ذات تھی جس نے مسلمانوں کے دینی مستقبل کی حفاظت کے راستے کھولے، اور ذہن وفکر کے دریچے روشن کئے اور مسلمانوں کو سامراج کی غلامی سے نکالا، ہندوستان میں اسلام اور ایمان کے سرمایہ کی حفاظت میں ان کے عظیم ترین کارناموں اور دیرینہ خدمات کا بہت بڑا حصہ ہے۔

حضرت نانوتوی نے متعدد نامور لافانی تصنیفات بھی یادگار چھوڑیں جن سے ان کی علمی وسعت اور فکری گہرائی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، ان میں تقریر دل پذیر، آب حیات، انتصار الاسلام اور تحذیر الناس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس قاسم العلوم اور مجاہد شخصیت نے جمعرات کے دن ۴؍جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ کو وفات پائی اور دیوبند میں مدفون ہوئے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ۶؍ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ ۱۱؍مئی ۱۸۲۹ء پیر کے دن چاشت کے وقت گنگوہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت ابوایوب انصاری سے جاملتا ہے، آپ سات سال کے تھے کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا تھا، اس لیے آپ کی تعلیم کی ذمہ داری آپ کے دادا شیخ پیر بخش پر آپڑی۔

آپ کے والد محترم نے اپنے کم سن بچے کی نگہداشت اور تعلیم پر خاص محنت کی، وہ بچپن سے ہی ذکی الحس اور نیک وصالح تھے، ابتدائی تعلیم کے بعد دینی علوم کی تعلیم

کے لیے رام پور کا سفر کیا، اور صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں مولانا محمد بخش رامپوری سے پڑھی، سترہ سال کی عمر میں دہلی کا سفر کیا اور وہاں کے بڑے اساتذہ خصوصاً حضرت مولانا مملوک العلی نانوتوی کے پاس طلب علم میں مشغول ہوگئے، اللہ کی توفیق خاص ہوئی کہ دہلی کالج میں تعلیم کے دوران ہی انہیں ایک مخلص وفاشعار دوست اور بھائی میسر آگئے، اور حصول علم اور باہمی تبادلہ خیال میں وہ دونوں ایک دوسرے کے معاون ومددگار بن گئے، یہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ذات گرامی تھی، دہلی کے علمی حلقوں میں یہ دونوں ہی دوست اپنی ذکاوت وذہانت اور اپنی علمی صلاحیتوں کے باعث خاصے مشہور اور ضرب المثل بن گئے تھے۔

حدیث شریف کا فن انہوں نے شاہ عبدالغنی مجددی سے حاصل کیا، اور اپنی ذاتی جدوجہد اور ذوق مطالعہ کے باعث اس فن میں کامل دستگاہ حاصل کر لی، اور حدیث کے ایک ممتاز صاحب نظر محقق عالم دین کی حیثیت سے مشہور ہوگئے، تعلیم سے فراغت کے بعد طلبہ نے ان کی طرف رجوع کیا، یہاں تک کہ یہ فخر وسعادت کی بات سمجھی جانے لگی کہ کوئی شخص ان سے حدیث کا علم حاصل کرے، اور ان کے حلقہ درس میں شریک ہوجائے۔

ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی علوم اور اصلاح نفس اور تزکیہ قلب اور تقرب الی اللہ کے لیے فکرمند ہوئے، اللہ تعالی نے دستگیری فرمائی اور وقت کے کامل شیخ حضرت حاجی امداد اللہ کی خدمت میں پہنچا دیا، جن کی تربیت اور توجہ نے کندن کا کام کیا، اور ۴۲؍دن میں آپ کو شیخ کامل بنا دیا، یہاں تک کہ حضرت حاجی صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ”لوگوں کو میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں، پیرومرشد بنانے کے لیے مولانا رشید احمد صاحب کافی ہیں“۔

اس طرح حضرت گنگوہی کبھی درس وتدریس کے واسطے سے اور کبھی اصلاح

وتربیت کے واسطے سے دعوت کے کام میں منہمک رہے،اوراس راہ میں اپنی تمام تر خداداد صلاحتیں وقف کر دیں، علمی اور عملی میدان میں ان کی بلندی کا بڑے بڑے علماء نے اعتراف کیا اور یہ ان کے اخلاص اور تعلق مع اللہ کی برکت تھی، جس نے انہیں علم ومعرفت کے اس بلند مقام تک پہنچایا۔

حضرت گنگوہی نے تین مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے حجاز مقدس کا سفر کیا، زندگی کے آخری وقت صحاح ستہ کی تدریس کا کام انجام دیتے رہے، اس طرح درس وتدریس وعظ وارشاد، اصلاح باطن اور مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ۷۸/ سال ۷/ماہ ۳/دن اس دنیا میں گزار کر ۵/جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ م ۱۱/اگست ۱۹۰۵ء جمعہ کے دن اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

قطب العالم حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ ۱۲۷۰ھ بمطابق ۱۸۵۳ء میں موضع ''تگری''، ضلع انبالہ (موجودہ یمنانگر، ہریانہ) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد محترم راؤ اشرف علی خان صاحب سید الطائفہ قطب الاقطاب حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہ سے بیعت اوران کے تربیت یافتہ تھے، آپ کی والدہ محترمہ راؤ ولی محمد خان ولد راؤ ذوالفقار علی رائے پوری کی صاحبزادی تھیں، یہ نیک اور پارسا خاتون بھی حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے ہی عقیدت کا تعلق رکھتی تھیں۔

آپ کے دادا جناب چودھری رحمت علی خان صاحب اپنے موضع کے بڑے زمیندار اور علاقے کے سرکردہ افراد میں سے تھے، آپ حضرت شاہ غلام علی نقشبندی قادری مجددی قدس سرہ المتوفی (۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۴ء) خلیفہ وجانشین حضرت مرزا مظہر جان جاں شہید رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۹۵ھ-۱۷۸۰ء) کے ہاتھ پر بیعت تھے، اور

سلوک واحسان کے منازل طے کرکے خلافت واجازت سے مشرف ہوئے تھے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نے بچپن ہی میں حضرت حاجی صاحب، حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کی زیارت کا شرف حاصل کرلیا تھا، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحبؒ کے والد ماجد راؤ اشرف علی خان تگری کے خوشحال زمیندار، نہایت نیک خصال، دیندار شخص تھے، راؤ صاحب کا حضرت گنگوہی سے کوئی تعارف نہ تھا مگر حسن اتفاق تھا کہ جب حضرت گنگوہی حضرت حاجی صاحب سے ملنے کیلئے پنجلاسہ جارہے تھے تو آپ کے یہاں قیام ہوا، اور راؤ صاحب کو یہ انمول جواہرات گھر بیٹھے بلا طلب حاصل ہوگئے، اس وقت مولانا عبدالرحیم صاحب کی عمر صرف تین یا چار سال کی تھی۔

آپ کی تعلیم کا آغاز بڑے مبارک طریقے سے ہوا، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس نے ایک دفعہ خود بیان فرمایا: ''جب میری عمر غالبًا پانچ سال تھی، ایک دفعہ حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ نے مجھے ''توجہ دی'' کہ میرا بدن پانی پانی ہوگیا، پھراپنی حالت پرآیا، تو فرمایا: ''پڑھ لو!''۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے پڑھنا شروع کیا، سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا اور غالب گمان ہے کہ قرآن پاک کی تعلیم آبائی وطن ''تگری'' میں ہی ہوئی، حفظ قرآن پاک کے بعد آپ کچھ عرصہ کے لیے لدھیانہ تشریف لے گئے، اس زمانہ میں وہاں جنگ آزادی کے عظیم مجاہد حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب لدھیانوی کا خاندان علم وفضل میں بڑا مشہور تھا، ان کے صاحبزادے اور جانشین حضرت مولانا مفتی محمد لدھیانوی (دادا مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی) سے آپ نے ابتدائی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے مشورے

کے مطابق مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، باقی تمام کتابیں آپ نے یہیں پڑھیں، ۱۲۹۱ھ-۱۸۷۴ء میں کتب حدیث پڑھ کر درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔

سلوک وطریقت کی تکمیل حضرت میاں عبدالرحیم صاحب سہارنپور سے کی، اور خلافت واجازت حاصل کی، پھر حضرت گنگوہی سے وابستہ ہوگئے اور وہاں سے بھی اجازت وخلافت سے نوازے گئے، مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے بھی خرقہ خلافت سے نوازا، پھر رائے پور میں ایک خانقاہ رحیمیہ قائم کی، جو آج بھی الحمدللہ جاری وساری ہے، مکاتب قائم فرمائے، اور دین وایمان کی نشر واشاعت میں خوب کام کیا، تحریک شیخ الہند اور دارالعلوم دیوبند کے سرپرست رہے، بالآخر ۲۶/ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹/جنوری ۱۹۱۹ء کو وصال فرمایا، اور خانقاہ کے قریب دفن ہوئے۔

حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب حضرت مولانا ذوالفقار صاحب کے گھر میں ۱۲۶۸ھ م ۱۸۵۱ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کے بعد جب دیوبند میں ۱۲۸۳ء میں دارالعلوم قائم ہوا، تو سب سے پہلے مدرس ملا محمود کے سامنے پہلے شاگرد محمود حسن نے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

۱۲۹۰ھ میں فراغت کے بعد دارالعلوم ہی میں مدرس ہوگئے اور جلد ہی شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوگئے، ۱۲۹۴ھ میں پہلا حج کیا، اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے شرف بیعت حاصل کیا، بلکہ خلافت واجازت بیعت سے بھی نوازے گئے، دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۲۳ھ تک تدریس حدیث کے ساتھ ساتھ دارالعلوم کی اساسی غرض (استخلاص وطن) کے لیے نہایت گرم جوشی مگر حزم واحتیاط

سے کام کرتے رہے، اور ریشمی رومال تحریک قائم کی، اسی غرض کی تکمیل کے لیے ۱۳۳۳ھ میں سفر حجاز کیا اور وہاں اپنے شاگرد باوفا حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی وساطت سے آزادی برصغیر کے لیے ترکی حکومت سے مذکرات کے بعد عملی اقدام کی تیاری فرمارہے تھے کہ جنگ عظیم چھڑ گئی، انگریزوں کی سازش سے آپ کو مالٹا میں اسیر کردیا گیا، ۱۳۳۷ھ میں رہائی کے بعد وطن تشریف لائے، علالت اور بدنی ضعف کے باوجود اپنی تحریک کو دوسری حکمت عملی سے جاری فرمایا کہ چند ماہ بعد آپ علیل ہوگئے، اور ۱۸/ربیع الاول ۱۳۳۹ھ م ۳۰/نومبر ۱۹۲۰ء کو رحلت فرماگئے، اور دیوبند میں حضرت نانوتوی کے قدموں میں مدفون ہوئے، قرآن مجید کا ترجمہ آپ کا بڑا کارنامہ ہے، اسی طرح ہزاروں آپ کے شاگرد اور آپ کے مرید اور مجاہدین آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔

حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ

حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری ۳/شعبان ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۸/جولائی ۱۸۴۶ء کو کانپور میں پیدا ہوئے، قرآن مجید اپنے عم محترم سید ظہور علی سے پڑھا، اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا سید عبدالواجد بلگرامی سے، درسیات کی تکمیل استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور مفتی عنایت علی کاکوری سے کی، تعلیم کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے سلوک وطریقت کا سلسلہ قائم کیا، اور آپ کے زیر تربیت سلوک کے منازل طے کئے، اور خلافت سے سرفراز کئے گئے، حضرت مولانا مونگیری کو اللہ تعالی نے علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کی دولت سے نوازا تھا، ساتھ میں علم کلام، مناظرہ میں ید طولی حاصل تھا، اس زمانے میں آپ کے بہت سے مناظرے ہوئے، جن میں آپ کو کامیابی ملی، ردعیسائیت، ردقادیانیت

میں آپ نے خاص رول ادا کیا، قادیانیت کی رد میں سو سے زیادہ کتابیں اور رسائل تصنیف کئے، مولانا مونگیری نے ۱۳۱۰ھ میں ایک عہد آفریں ہمہ گیر تحریک ندوۃ العلماء کی داغ بیل ڈالی، جو اس وقت دنیا کے ممتاز ترین تحریکات اور جامعات میں شمار ہوتی ہے، اور جس کی بنیاد ہی قدیم وجدید کی جامعیت اور رفع نزاع باہمی پر رکھی گئی تھی، اخیر زمانہ میں ندوۃ العلماء کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کے اخیر میں مونگیر صوبہ بہار میں خانقاہ رحمانی کی تاسیس کی، تادم آخر وہیں دعوت وارشاد واصلاح عوام کی کوشش میں لگے رہے، اور آپ کی صحبت سے امت کو زبردست فائدہ ہوا، اور لوگوں کی زندگیوں میں دینداری آ گئی، یہاں تک کہ ۶/ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۳/ستمبر ۱۹۲۷ء ظہر کی نماز بعد ۲/بجے آپ کی وفات ہوگئی۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اواخر صفر ۱۲۶۹ھ مطابق اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء میں اپنے ننہالی قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ ماجدہ بی مبارک النساء مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کی حقیقی بہن اور حضرت استاذ الکل مولانا مملوک العلی صاحب قدس سرہ کی بیٹی تھی، جو کہ شوہر کے کسی ریاست میں ملازم ہونے کے سبب اپنے میکے میں مقیم تھیں، پانچ سال کی عمر میں آپ کے نانا حضرت مولانا مملوک العلی نے بچے کا بسم اللہ شریف پڑھا کر قاعدہ شروع کرا دیا۔

ابتدائی اردو فارسی کی تعلیم کے بعد گوالیار میں اپنے چچا سے عربی تعلیم کا آغاز کیا، جب ۱۵/محرم الحرام ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کا قیام ہوا، وہاں داخل ہوگئے، چھ ماہ بعد پھر جب مظاہر علوم قائم ہوا تو مظاہر میں آ گئے، ۱۲۸۸ھ میں انیس سال کی عمر

میں مدرسہ سے سند فراغ حاصل کی، تعلیم کے مکمل ہونے کے بعد آپ نے مختلف اساتذہ ومشائخ حدیث سے، حدیث کی اجازت وسند حاصل کی، پہلی سند حضرت مولانا مظہر صاحب سے، دوسری مولانا عبدالقیوم صاحب بڈھانوی سے، تیسری سند مکہ مکرمہ میں شیخ احمد دحلان سے اور چوتھی سند حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے مدینہ منورہ میں حاصل کی، اور پانچویں سند مدینہ منورہ میں ہی شیخ اسماعیل رومی سے حاصل کی، چھٹی سند شیخ بدر الدین محدث دمشق سے حاصل کی، اس کے بعد قرآن شریف بھی حفظ کر لیا، فراغت کے بعد ہی مظاہر علوم میں مدرس بنا دئے گئے تھے، ۱۳۱۴ھ میں پینتالیس سال کی عمر میں چالیس روپیہ مشاہرہ پر صدر مدرس بنا دئے گئے تھے۔

سلوک وطریقت حضرت گنگوہی کی سرپرستی میں طے فرما کر منازل سلوک طے کئے اور ۱۲۹۷ء میں مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی صاحب نے اجازت ودستار خلافت عطا کی اور پھر گنگوہ پہنچ کر حضرت امام ربانی نے بھی خلافت سے نوازا، اس کے بعد مظاہر علوم اور بعض دوسری جگہوں پر اکتیس سال تدریسی خدمات انجام دیں۔

حضرت مولانا کے فضل وکمال کے معترف صرف علماء ہند ہی نہ تھے؛ بلکہ علماء عرب بھی قائل تھے، ابوداؤد کی شرح ''بذل المجہود'' آپ کا بڑا علمی کارنامہ ہے، آپ کے روحانی باطنی اور ظاہری علوم کے جانشین شاگرد حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی ہوئے، زندگی بھر لوگوں کو علم ومعرفت کے جام پلاتے رہے، اور ہزاروں طالبان علوم نبوت کو سیراب کرتے رہے، بالآخر یہ علم وعمل کے پیکر عرب وعجم کو اپنی نورانی علمی کرنوں سے منور کر کے ۱۵/ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ م ۱۳/اکتوبر ۱۹۲۷ء جمعرات کو مدینہ منورہ میں اپنے پروردگار سے جا ملے، اور جنت البقیع میں احاطہ اہل بیت میں سپرد خاک کئے گئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی پیدائش ۵/ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ م ۲۰/ستمبر ۱۸۶۳ء اتوار کے دن تھانہ بھون ضلع مظفرنگر میں ہوئی، ابتدائی تعلیم تھانہ بھون ہی میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم دارالعلوم دیوبند سے حاصل کرکے سند فراغت حاصل کی، اس کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے مکہ مکرمہ جاکر شرف بیعت حاصل کیا اور خلافت کی دولت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کی دینی، علمی، اصلاحی خدمات اور تجدیدی کارناموں کی بنا پر آپ کو تیرہویں صدی کا مجدد امت نے تسلیم کیا ہے، نزہۃ الخواطر میں آپ کا تذکرہ وتعارف اس طرح کرایا گیا ہے: ''آپ ہندوستان کے نامور عالم اور عظیم مصلح تھے، تعلیم وتربیت، ارشاد وتوجیہ، تزکیہ نفس اور اصلاح احوال میں آپ مرجع خلائق تھے، لوگ اپنے مسائل لے کر آپ کے یہاں حاضر ہوتے، اور آپ کے چشمۂ علم وعرفاں سے سیراب ہوکر واپس جاتے، دلوں کا روگ اور باطنی امراض لے کر آپ کی خدمت میں پہنچتے، اور آپ کے حکیمانہ ارشادات سے شفایاب ہوکر اپنے گھروں کو لوٹتے، ہزارہا انسانوں کو آپ کے پندونصائح، مواعظ ومجالس اور کتب ورسائل سے سنت کی پیروی اور شریعت کی اتباع کی توفیق ملی، اور جاہلی عادات، مشرکانہ اعتقادات اور غیر اسلامی رسم ورواج سے جو ہندوؤں سے قدیمی روابط کی بنا پر مسلم معاشرہ میں سرایت کر گئے تھے، اور غم ومسرت کے مواقع پر ان کے مظاہرہ کثرت سے دیکھنے میں آتے تھے، نجات حاصل ہوئی، آپ نے تصوف وطریقت کو عام فہم اور آسان زبان میں پیش کیا، زندگی پر اس کی تطبیق کی، مقاصد اور وسائل کا فرق واضح کیا، آپ کے چھوٹے بڑے رسائل اور ضخیم ومختصر تصانیف کی تعداد

۸۰۰/سو تک پہنچتی ہے، ۱۶/رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا''۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں کاندھلہ میں ہوئی، الیاس اختر تاریخی نام ہے، آپ کا بچپن اپنے نانہال کاندھلہ میں اور اپنے والد صاحب مرحوم کے پاس نظام الدین میں گذرا۔

خاندان کے دوسرے عزیز بچوں کی طرح آپ بھی قرآن شریف اور مکتب کی ابتدائی تعلیم حاصل کرتے رہے، اور خاندانی دستور کے مطابق قرآن شریف حفظ کرلیا، پارہ سوا پارہ کاندھلہ کے حافظ منگتو صاحب کے پاس پڑھا، باقی قرآن مجید والد صاحب سے نظام الدین میں حفظ کیا۔

۱۳۱۴ھ یا شروع ۱۳۱۵ھ میں اپنے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحب کے ساتھ گنگوہ آگئے اور بھائی سے پڑھنا شروع کردیا، جب گنگوہ آئے تو دس گیارہ سال کے بچے تھے، جب ۱۳۲۳ھ میں حضرت گنگوہی نے وفات پائی تو بیس سال کے جوان تھے، گویا دس برس کا عرصہ حضرت گنگوہی کی صحبت میں گذرا۔

حدیث شریف آپ نے اپنے بھائی مولانا یحییٰ صاحب اور دیوبند میں حضرت شیخ الہند سے پڑھی، فراغت کے بعد شوال ۱۳۲۸ھ میں مظاہر علوم میں استاد متعین ہوئے، اسی زمانہ میں حضرت گنگوہی سے بیعت ہوگئے تھے، اور ذکر واذکار کرنے لگے تھے، خود حضرت مولانا الیاس صاحب فرماتے ہیں کہ جب ذکر کرتا تھا تو مجھے ایک بوجھ محسوس ہوتا تھا، حضرت گنگوہی سے کہا تو حضرت تھرا گئے اور فرمایا کہ ''مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بھی یہی شکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے فرمائی تھی، تو حاجی صاحب نے فرمایا ''اللہ آپ سے کوئی کام لے گا'' حضرت گنگوہی

کی وفات کے بعد پھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے رجوع کیا، سلوک کی تکمیل کے بعد حضرت سہارنپوری نے اجازت وخلافت عطا کی۔

جب تک حضرت مولانا محمد صاحب زندہ تھے، بستی نظام الدین میں وہ والد محترم حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کی نیابت کررہے تھے، اور مدرسہ چلا رہے تھے، جس میں میواتی بچے پڑھتے تھے اور میوات کے اہل تعلق آتے جاتے تھے، لیکن ان کے انتقال کے بعد وہ جگہ خالی ہوگئی اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے جو بھائی کی بیماری کے زمانہ سے بغرض تیمارداری دہلی میں مقیم تھے، اہل تعلق حضرات نے اصرار کیا کہ مستقل طور سے یہیں قیام فرمالیں، باپ اور بھائی کی خالی جگہ کو آباد کریں، چنانچہ آپ نے مظاہر علوم سے ایک سال کی چھٹی لی اور بستی نظام الدین تشریف لے گئے اور قیام فرمایا۔

اس کے بعد اللہ تعالی نے آپ کے ذہن ودماغ میں مسلمانوں کے عام طبقہ کے اندر اصلاح احوال اور اعمال کی فکر پیدا فرمادی اور آپ نے اپنی جدوجہد اور فکر سے دعوت وتبلیغ کی بنیاد ڈالدیں اور ایک ایسی تحریک قائم کردی جس کی برکت سے آج پوری دنیا کے اندر دین کی دعوت وتبلیغ ہورہی ہے۔

۱۳۵۶ھ میں آپ نے آخری حج کیا، اس حج میں جہاز سے لے کر حجاز تک تبلیغ ودعوت کا بڑا چرچا ہوا، اہل عرب نے اس کو سنا اور خوب سراہا، حج سے واپسی پر اس کام میں مولانا نے اپنی ساری متاع زندگی لگادی، ہندوستان کے مختلف عربی مدارس کے علماء اور طلباء خصوصاً دارالعلوم ندوۃ العلماء، مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم دیوبند کے فضلاء اور علی گڑھ کے تعلیم یافتہ حضرات نے حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے اپنے مقام پر کام شروع کیا اور یہ بات اس وقت ہوئی جب ۵۸-۱۳۵۹ھ میں اس تحریک ودعوت کے متعلق ملک کے مختلف رسائل میں مضامین

شائع ہوئے اور اہل علم اور اہل مدارس نے اس طرف توجہ دی، اخیر عمر میں عوارض میں مبتلا ہوئے اور بالآخر ۱۱/رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳/جولائی ۱۹۴۴ء کو صبح فجر کی اذان سے قبل انتقال ہوگیا۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کی ولادت جمعہ کے مبارک دن ۲۳/صفر ۱۳۰۲ء مطابق ۲۲/نومبر ۱۸۸۴ء کی صبح کو حکیم سید ابوالحسن دیسنوی کے گھر پر ایک پیکر جمال کی شکل میں ہوئی، دیدہ ور جدامجد حکیم محمدی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر نوزائیدہ پوتے پر پڑی تو پیشانی کی چمک میں ناپیدا مستقبل کی رفعتیں دیکھ گئیں، نام انیس الحسن اور کنیت ابو نجیب رکھی۔

مولانا حبیبؒ سے ابتدائی تعلیم اور بنیادی تربیت پائی اور ۱۸۹۹ء میں پھلواری شریف خانقاہ مجیبی میں ایک سال رہ کر مولانا محی الدین سے کچھ کتابوں کی تکمیل فرمائی، پھلواری شریف کے بعد آپ مدرسہ امدادیہ دربھنگہ بھیجے گئے، وہاں ایک سال رہ کر درس نظامی کی بعض کتابیں ختم فرمائیں، اس وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی، پھر ۱۹۰۱ء میں حضرت مولانا ذہن وفکر کی آخری تربیت گاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل کرائے گئے جہاں آپ نے پانچ سال رہ کر ۱۹۰۶ء میں سند فراغ حاصل کی، اور اس کے بعد درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے۔

سلوک وطریقت کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامت سے بیعت کی درخواست پیش کی، حضرت حکیم الامت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ''پچاس خط لکھ چکیں تو پھر انشاء اللہ'' پھر فرمایا ''خواہ روزانہ یا صبح وشام خطوط لکھ کر یہ عدد پورا کردیجئے'' یہ

حضرت تھانویؒ نے اپنی انتظامی شان کے پیش نظر بیعت سے قبل ایک معتدبہ مراسلت کی شرط عائد فرمائی، مگر حضرت والا نے یہ شرط قبول فرمائی کہ: ع

ہر چہ از دوست میرسد نیکو است

لیکن اس انقیاد نے ان کو یہ شرف بخشا کہ ابھی چند ہی خطوط آئے گئے تھے کہ تھانہ بھون کی ایک حاضری میں حضرت تھانویؒ نے از خود بیعت سے سرفراز فرمادیا، گویا ایک عطاء کو بے طلب اور بے گماں بنا کر اور بھی لذیذ بنادیا، بیعت کے بعد حضرت تھانوی نے ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ میرے حصہ میں سارے عقلا ہی آئے ہیں۔

حضرت علامہ کے سلوک کی جب تکمیل ہوگئی تو حضرت تھانوی نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، اس طرح حضرت علامہ نے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وارشاد کے ساتھ سلوک وطریقت کے سلسلہ میں امت کی رہنمائی کی اور مخلوق خدا کو فیض پہنچایا۔

اخیر عمر میں عوارض میں مبتلا ہوگئے جن کی بنا پر ایک عرصہ علیل رہ کر اتوار ۱۴؍ربیع الاول ۱۳۷۳ھ م ۲۲؍نومبر ۱۹۵۳ء کی شام میں کراچی میں انتقال ہوگیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ۱۹؍شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء بمقام بانگر مئو ضلع اناؤ میں پیدا ہوئے، تاریخی نام چراغ محمد ہے، ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی، تیرہ سال کی عمر میں اوائل صفر ۱۳۰۹ھ میں دیو بند آگئے، اور دارالعلوم دیو بند میں تعلیم مکمل کی، اور پھر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا، کئی سال تک مسجد نبویؐ میں بھی درس حدیث دیا، پھر دارالعلوم میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث کی مسند سنبھالی، زندگی کے اخیر تک درس حدیث میں مشغول رہے۔

آپ نے سلوک وطریقت کی منازل حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند کے زیر سایہ طے کئے اور مجاز بیعت ہوئے، حضرت مدنی اگر چہ چاروں سلاسل طریقت کے شناور تھے، مگر چشتیہ، صابریہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے، آپ سے بیعت ہونے والے سعادت مندوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے، پنجاب کے لوگوں نے حضرت کے ساتھ بدتمیزی کی، جس کے نتیجے میں وہاں عام تباہی مچی، اور پورا پنجاب مسلمانوں سے خالی ہوگیا، حدیث قدسی میں ہے، اللہ فرماتے ہیں کہ ''جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے گا اس سے میرا اعلان جنگ ہے''۔ (متفق علیہ)

ہندوستان کی آزادی کے سلسلہ میں بارہا جیل گئے، اپنے استاد ومربی شیخ حضرت شیخ الہند کے ساتھ مالٹا میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اور ملک وملت کی خدمت گزاری کے لئے آخری دم تک جدوجہد اور محنت کرتے رہے، آخر کار وقت موعود آگیا اور ۱۳؍جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ مطابق ۵؍دسمبر ۱۹۵۷ء جمعرات کو حضرت کا انتقال ہوگیا اور دیو بند میں تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

آپ کا نام عبدالقادر ہے، آپ ۹۱-۱۲۹۰ھ مطابق ۷۴-۱۸۷ء میں پنجاب کے ایک دوردست گاؤں ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، آپ جب ۲۳-۱۳۲۲ھ میں رائے پور آئے تو حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ (متوفی ۱۹۱۹ء) کے استفسار پر اپنا نام غلام جیلانی بتلایا، حضرت مولانا نے فرمایا کہ آپ تو عبدالقادر ہیں، چنانچہ اسی وقت سے آپ کا نام عبدالقادر مشہور ہوا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم پاکستان کے مختلف حضرات سے حاصل کی، تعلیم کی تکمیل کے لیے ہندوستان کا سفر کیا، اور سہارنپور، رام پور، دہلی اور بریلی وغیرہ میں مختلف

اونچے حضرات سے متعدد کتابیں پڑھیں، اور تکمیل نصاب کیا۔

بانس بریلی کے قیام کے دوران طبیعت کی بے چینی اور قلبی بے اطمینانی بہت بڑھ گئی تھی، اس لئے کسی عاشق حقیقی کی تلاش میں تھے۔

ایک دفعہ ۱۳۱۴ھ میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی سہارنپور میں طالب علمی کے زمانے میں زیارت کر چکے تھے، نیز حضرت کے بعض مریدین سے بھی آپ کی ملاقات ہو چکی تھی، اس لئے حضرت کی طرف دل کھینچتا تھا، چنانچہ حضرت کی خدمت میں پہلی بار غالباً ۱۳۲۲ھ یا ۱۳۲۳ھ میں رائے پور حاضر ہوئے، آپ نے بیعت کی درخواست کی، مگر حضرت نے اس وقت بیعت نہیں کیا، بلکہ دوسری مرتبہ حاضری پر بیعت سے مشرف فرمایا، ذکر کی کیفیت بتلانے کے بعد پھر رائے پور میں مستقل قیام کا ارادہ کرلیا، اور سلوک کے طے کرنے میں لگ گئے۔

جب آپ نے منازل سلوک طے کر لیے تو پہلے آپ کو حضرت عالی نے سلسلہ قادریہ میں مجاز فرمایا، اس کے بعد چاروں سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ) میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، اور حضرت کی وفات کے بعد حضرت کے جانشین ہوئے، اس کے بعد عوام میں مقبولیت ومحبوبیت بڑھتی گئی، علماء اور زعماء امت کی ایک کثیر نے آپ سے فیض اٹھایا، اور آپ کی وجہ سے خانقاہ دوبارہ آباد ہوگئی جس سے ایک خلق کثیر نے آپ سے فیض اٹھایا اور روحانی مقامات طے کیئے۔

آخرکار ۱۶/اگست ۱۹۶۲ء کو جمعرات کے روز، دن کے ساڑھے گیارہ بجے رشد وہدایت کا یہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لاہور پاکستان میں غروب ہوگیا، اور آپ کے وطن اصل ڈھڈیاں میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی ۲۵/جمادی الاولی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰/مارچ ۱۹۱۷ء کو چہارشنبہ کے روز پیدا ہوئے، پیدائش کے ساتویں دن ۲/جمادی الاخری مطابق ۲۶/مارچ ۱۹۱۴ء بروز دوشنبہ کو عقیقہ ہوا، دس سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا، حفظ قرآن کے بعد گیارہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین میں عربی پڑھنی شروع کی، آپ کی ابتدائی تعلیم میں مولوی منیرالدین صاحب نے بھی حصہ لیا، اور متعدد کتابیں پڑھائیں، فقہ کی کتابیں کنزالدقائق تک حافظ مقبول حسن گنگوہی سے پڑھیں۔

۱۳۵۱ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سفر حج پر تشریف لیجانے لگے تو مولانا محمد یوسف صاحب کو مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل کردیا، وہاں آپ نے مولانا زکریا صاحب قدوسی گنگوہی اور مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی سے پڑھا، پھر والد صاحب کی حج سے واپسی کے کچھ مدت بعد نظام الدین آگئے اور آگے کی کتابیں والد صاحب سے پڑھیں، اور جلالین مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی سے، اسی زمانہ میں آپ نے رواۃ صحابہ وتابعین کی تحقیقات کا کام شروع کیا۔

۱۳۵۴ھ میں آپ دوبارہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے، اور وہاں صحاح اربعہ پڑھیں، لیکن تعلیمی سال ختم ہونے سے پہلے ہی آپ کو علالت کی وجہ سے نظام الدین آجانا پڑا، اور صحاح اربعہ کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا، وہ اور صحاح ستہ کی باقی دو کتابیں ابن ماجہ اور نسائی اور انھیں کے ساتھ شرح معانی الآثار اور مستدرک حاکم بھی اپنے والد صاحب سے پڑھیں، آپ کو بہت ہی کم عمری سے تعلیم کا انتہائی شوق تھا، عام

لڑکوں کی طرح وہ اپنے فرائض سے غافل نہیں رہتے تھے، اور نہ کھیل کود میں اپنا وقت ضائع کرنا پسند کرتے تھے، ہر وقت علم میں مشغول رہتے تھے۔

طالب علمی کا دور تو سراپا علمی دور تھا، شب و روز یہی مشغلہ رہتا، فراغت کے بعد والد صاحب کی حیات تک تقریباً پوری مدت مولانا علمی مشاغل میں مشغول رہے، نیز تصنیفی شوق غالب رہا، یہ ذوق اور مشغلہ اتنا غالب ہو چکا تھا کہ ضروری سے ضروری کام کی طرف پوری توجہ رکھنا مشکل ہوتا، حتی کہ اپنے والد ماجد کی دعوت سے کوئی خاص لگاؤ اور گہرا تعلق نہ رکھتے تھے، اللہ تعالی کی طرف سے آپ کو علمی اور دینی کتابی ذوق کے ساتھ ساتھ لطیف ادبی ذوق بھی ملا تھا، تقوی اور کامل احتیاط کی صفت تو اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں پائی تھی۔

۲۱/رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳/۱۹۴۴ء پنجشنبہ کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد اکابر علماء و مشائخ کے مشورے اور انتخاب سے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا جانشین بنا دیا اور آپ تبلیغی جماعت کے امیر منتخب ہوئے اور والد صاحب کی نسبت، ان کے صفات و کمالات آپ کے اندر نفوذ کر گئے، اور آپ کا سلوک بھی پورا ہو گیا، اور درد و سوز، دین کی فکر، اس کے لیے بیقراری، اللہ پر اعتماد کل اور یقین کامل ان کے رگ و پے میں سما گئے، اور ان کی زبان معارف و حقائق کا گنجینۂ بن گئی، وہ مولانا یوسف صاحب جو کل تک دینی دعوت کے لیے بے چین و بے قرار ہونے کے بجائے خالص علمی مشغلہ میں منہمک تھے، آج اپنے عالی مقام والد ماجد کے انتقال کے بعد ہی سے دین کی فکر اور دعوت الی اللہ کے لیے تڑپنے والے بن گئے اور آپ نے حقیقی جانشینی کا حق ادا کر دیا، آپ کے دور میں تبلیغی جماعت ایک ہمہ گیر عالمی جماعت بن گئی، جس کا چرچا ہر چہار دانگ عالم میں ہونے لگا۔

جب کام کی وسعت و مقبولیت اور ہمہ گیری ہوگئی تو اللہ تعالی نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا، اور ۲۹/ذی قعدہ ۸۴ھ مطابق ۲/اپریل ۱۹۶۵ء جمعہ کو یہ بابرکت ہستی اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئی۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کی ولادت ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں بمقام فتح پور تال نرجا ضلع مئو میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی، اور حافظ ولی محمد صاحب کے زیر تربیت حفظ قرآن پاک کی دولت سے مشرف ہوئے۔

۱۳۲۸ھ میں دار العلوم دیو بند تشریف لے گئے، اور وہاں داخلہ لیا اور تعلیم مکمل کی، ۱۳۳۶ھ میں دورۂ حدیث یعنی درس نظامی کی تکمیل فرمائی، آپ کو زمانہ طالب علمی ہی سے اصلاح و تربیت اور تزکیہ نفس کا خیال دامن گیر تھا، اس لئے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب سے بیعت ہو گئے، اور آپ کی مجلس میں شریک ہو کر فیض صحبت سے بہرہ ور ہوتے رہے، مگر اسی اثناء میں حضرت شیخ الہند کی تحریک آزادی کے سلسلہ میں گرفتاری کا واقعہ پیش آ گیا، اس لئے آپ نے حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور بیعت ہو گئے اور خانقاہ تھانہ بھون کی آمد و رفت شروع کر دی۔

جب حضرت تھانوی کو اعتماد ہو گیا، اور آپ کے سلوک کی تکمیل ہو گئی، تو اجازت و خلافت سے سرفراز کئے، اور وطن جا کر کام کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ آپ نے مختلف مدارس میں درس و تدریس کے فرائض انجام دئے، اس کے بعد زندگی بھر دعوت و ارشاد، وعظ و اصلاح کا سلسلہ جاری رکھا، اور ۱۹۵۷ء میں الہ آباد آ کر مقیم ہو گئے اور دعوت و اصلاح کا سلسلہ چلتا رہا، حضرت اگر چہ ۱۹۳۸ء میں فریضہ حج ادا کر چکے

تھے مگر اخیر عمر میں حج کا تقاضہ ہوا، اور اس کے لئے سفر کیا، حج کے سفر کے دوران پانی کے جہاز میں ۲۲ رشعبان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۴ رنومبر ۱۹۶۷ء کو جمعہ کے دن مغرب کی نماز کے بعد طبیعت خراب ہوگئی اور ساڑھے گیارہ بجے رات میں انتقال ہوگیا، اور لاش کو نماز جنازہ کے بعد سمندر کے حوالہ کر دیا گیا۔

حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ

حضرت مولانا عبدالباری ندوی کا وطن ضلع بارہ بنکی کا قصبہ ''گدیا'' تھا، مولانا نے ایک کھاتے پیتے گھرانے میں آنکھیں کھولیں، آپ کا خاندان دنیاوی ثروت ووجاہت کے ساتھ دولت دین سے بھی بہرہ مند تھا، یعنی خوش حال بھی تھا اور خوش مال بھی، سن ولادت ۱۳۰۷ھ ہے۔

ان کے والد ماجد نے ان کو ندوہ میں داخل کیا، اس وقت تک ندوہ میں نصاب تعلیم سے منطق کی چند کتابیں حذف کر دی گئی تھیں، بقیہ نصاب وہی تھا جو یہاں بھی رائج تھا، پڑھانے والے بھی انہی مدارس کے تھے، اس لئے اس ابتدائی دور میں ندوہ کا دارالعلوم دوسرے مدارس کے درمیان کوئی امتیازی شان کے ساتھ سامنے نہیں آیا تھا، آج اس کی بین الاقوامی شہرت اور علمی ساکھ جس کا لوہا عالم اسلام نے مان لیا ہے، وہ اس وقت نہیں تھا جب کہ مولانا عبدالباری کو ان کے والد ماجد نے ندوہ میں داخل کیا تھا، لہٰذا ان کی ذہانت کے سوتے بھی کھل نہیں سکتے تھے، مگر جب سیرت نگار نبوی علامہ شبلی نعمانی نے ندوہ میں شرکت کی اور اس کے تعلیمی نظام کو اپنے ہاتھ میں لیا، اس وقت سے بحث وتحقیق کا دور شروع ہوا، کتب بینی اور وسعت مطالعہ کا رجحان بڑھا، دعوت دین کو ''علمہ البیان'' کا زیور پہنایا گیا، اس وقت مولانا عبدالباری کو دوبارہ ندوہ میں داخل کیا گیا اور یہیں سے ان کے جوہر چمکے، مولانا شبلی نعمانی کی مردم شناس نگاہ نے

اس جوہر قابل کی تربیت کی، فلسفہ قدیم کا مذاق پیدا کیا، علم الکلام کے کوچوں سے آشنا کیا، مولانا شبلی کی تربیت کی سان پر چڑھ کر مولانا عبدالباری ندوی کی ذہانت کی تلوار تیز سے تیز تر ہوتی گئی، مولانا نے اپنی ذہانت سے فلسفہ قدیم کے بعد فلسفہ جدید کا مطالعہ کیا، انگریزی کی استعداد بڑھائی، اور فلسفہ جدید کے سمندر میں غوطے لگا کر اس کے نایاب موتیوں کو دین کے قدموں پر لا کر رکھ دیا۔

حضرت مولانا عبدالباری ندوی کو بیعت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے حاصل تھی، جس طرح مولانا عبدالماجد دریابادی حضرت مدنی سے بیعت تھے، مگر ان دونوں کی تربیت حضرت تھانوی نے فرمائی، وہ صرف اپنی عزیمت کے بل پر خانقاہ تھانہ بھون کے شیخ حکیم الامت کے محبوب ومقرب بن گئے۔

اب وہ فلسفہ کا مطالعہ کرتے تو ان کو حضرت تھانوی کے ملفوظات کی روشنی میں جانچتے، اقتصادیات ومعاشیات کی کوئی گتھی نظر آتی تو اس کو حضرت تھانوی کے ناخن تدبیر سے حل کراتے، تعلیم وتربیت کا کوئی مسئلہ ہوتا تو وہ حضرت تھانوی کے مذاق تربیت کو عنوان بنا کر اس پر گفتگو کرتے، چنانچہ مولانا عبدالباری ندوی کی وہ کتابیں جو انہوں نے مرشد تھانوی کی وفات کے بعد لکھی ہیں، جامع المجددین (یعنی جامع اوصاف المجددین) تجدید معاشیات، تجدید تصوف وسلوک، تجدید تعلیم وتبلیغ، ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا پر وہ غلبہ حال تھا کہ عصر حاضر کی تمام تر الجھنوں، مشکلات، مادی، علمی وروحانی مصائب کا حل شفاخانہ تھانہ بھون سے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے رہے اور اگر ان کتابوں کا سنجیدگی سے، عصبیت وخودرائی سے بے نیاز ہو کر مطالعہ کیجئے تو بات معقول اور برمحل نظر آئے گی۔

چونکہ حضرت تھانوی کی صحبت وتربیت سے آپ نے سلوک کی تکمیل کر لی تھی، اس لئے حضرت تھانوی نے آپ کو اجازت وخلافت سے بھی نوازا، اس طرح مولانا

عبدالباری صاحب نے اصلاح وتربیت، دعوت وارشاد اور تصنیف وتالیف کا فریضہ زندگی بھر بحسن وخوبی انجام دیا، یہاں تک کہ سفر آخرت کا وقت آ گیا۔

اور مولانا نے ۳۰؍جنوری ۱۹۷۶ء کو بروز جمعہ عالم ناسوت سے عالم بقاء کی طرف کوچ کیا، اور ڈالی گنج لکھنؤ میں تدفین عمل میں آئی، حضرت مولانا عبدالباری صاحب نے ۲۰؍ کے قریب تصنیفات یادگار چھوڑیں، جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مظاہریؒ

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور شوال ۱۳۱۷ھ مطابق مارچ ۱۸۹۷ء میں رام پور میں پیدا ہوئے، آپ کا تاریخی نام مرغوب اللہ اور چراغ علی تھا، آپ نے قرآن شریف اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھ کر کچھ عرصہ رامپور کے ایک سرکاری اسکول میں انگریزی تعلیم حاصل کی، شوال ۱۳۲۹ھ میں تھانہ بھون پہنچ کر تعلیمی سلسلہ شروع کیا، حضرت تھانوی سے ترجمہ قرآن پاک اور مشکوۃ شریف پڑھی، ۲۲؍شوال ۱۳۳۳ھ میں مظاہر علوم میں تشریف لائے اور یہاں مشکوۃ، ہدایہ وغیرہ پڑھی۔

۱۳۳۴ھ میں دورۂ حدیث میں داخلہ لیکر صحاح ستہ کی تکمیل فرمائی، ۱۳۳۵ھ میں درجہ فنون میں داخلہ لیا، ۱۳۳۷ھ میں مظاہر علوم میں معین مدرس بنائے گئے، ایک سال بعد شوال ۱۳۳۸ھ میں پندرہ روپئے مشاہرہ پر مستقل استاد تجویز کئے گئے، ۱۳۵۴ھ میں سفر حج کیا، تین سال تک آپ کا قیام برما میں رہا، یکم صفر ۱۳۶۵ھ میں مظاہر علوم کے نائب ناظم بنائے گئے، اور یکم محرم ۱۳۷۴ھ کو ناظم اعلی منتخب ہوئے اور ۱۳۸۵ھ تک تنہا نظامت کے فرائض انجام دئے، پھر آپ کے ضعف وکمزوری کے

بعد مفتی مظفر حسین صاحب مظاہری کو آپ کا نائب بنایا گیا۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ حدیث کی خدمت میں گزرا، ۱۳۸۹ھ میں آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ ختم کردیا اور پھر زندگی بھر دعوت وتبلیغ اور اصلاح وارشاد کے کام پر متمکن رہے، آپ کو حدیث وادب پر مہارت کے ساتھ شاعری پر دسترس حاصل تھی، اس لئے آپ نے شاعری بھی کی۔

آپ نے اپنا اصلاحی تعلق حضرت اقدس تھانوی سے قائم کیا، کثرت سے خدمت میں حاضر ہوتے، بعض مرتبہ طویل قیام بھی فرماتے، دوران تعلیم حضرت سے بیعت کی درخواست کی، حضرت تھانوی طلبہ کو بیعت نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کی صلاحیتوں اور درخشاں مستقبل کو دیکھ کر اسی وقت بیعت کرلیا، اور پھر چاروں سلسلوں میں آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، اس طرح پھر آپ کی ذات بابرکت سے روحانی فیض بھی ہوا، اور سلسلہ کی ترقی بھی، آخر میں عوارض وامراض کی وجہ سے کمزوری بہت بڑھ گئی تھی، بالآخر ۱۴؍۱۵؍رجب ۱۳۹۹ھ م ۱۰؍۱۱؍جون ۱۹۷۹ء کی درمیانی شب میں انتقال ہوگیا، اور حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی، آپ کے خلفاء اور شاگردوں کی ایک کثیر تعداد ہے، اسی طرح آپ کی تصنیفات بھی ۲۱؍ ہیں، اللہ تعالی درجات بلند فرمائے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ۱۳۱۵ھ میں رمضان کی گیارہویں شب میں گیارہ بجے رات کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے، بچہ کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب نظام الدین دہلی میں تھے، پوتے کی پیدائش کی خبر سنی تو برجستہ زبان سے نکلا کہ ''ہمارا بدل آ گیا'' اور اسی سال شوال میں دنیا سے رحلت فرمائی،

ساتویں دن عقیقہ ہوا۔

سات سال کی عمر کے بعد شیخ کی بسم اللہ ہوئی، گنگوہ کا قیام تھا، اس زمانہ میں مظفر نگر کے ایک نیک صالح بزرگ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب مقیم تھے، مولانا محمد یحییٰ صاحب نے بچہ کو انہیں کے یہاں پڑھنے کے لیے بٹھایا اور شیخ نے قاعدہ بغدادی انہیں سے ختم کیا، قرآن مجید کا حفظ اس خاندان کا خصوصی شعار اور تعلیم کا پہلا ضروری مرحلہ تھا، اسی کے مطابق حفظ کا سلسلہ شروع کرایا گیا، یہاں تک کہ قرآن مجید مکمل ہوگیا۔

۱۳۲۸ھ تک یعنی ۱۲/۱۳/سال کی عمر تک گنگوہ قیام رہا، اس عرصہ میں اپنے چچا مولانا محمد الیاس صاحب سے پڑھا، پھر مظاہر علوم آگئے، یہاں تعلیم حاصل کی۔

حدیث کا آغاز بڑے اہتمام کے ساتھ ہوا، ۷/محرم ۱۳۳۲ھ کو ظہر کی نماز کے بعد مشکوۃ شریف شرع ہوئی، پہلے مولانا محمد یحییٰ صاحب نے غسل فرمایا، پھر مشکوۃ شریف کی بسم اللہ کرائی، خطبہ پڑھا، پھر روبہ قبلہ ہوکر دیر تک دعا کی، شیخ فرماتے ہیں کہ یہ تو نہیں معلوم ہوسکا کہ والد صاحب نے کیا کیا دعائیں کیں، لیکن میری ایک ہی دعا تھی اور وہ یہ کہ ''حدیث کا سلسلہ دیر میں شروع ہوا، خدا کرے کبھی چھوٹے نہیں''۔

۱۳۳۳ھ میں دورۂ حدیث کی ابتداء ہوئی، یہی سال تھا جب حضرت سہارنپوری نے طویل قیام کے ارادہ سے حجاز کا قصد کیا، شیخ کا خیال تھا کہ مجھے نہ ملازمت کرنی ہے اور نہ کوئی عجلت ہے، ایک سال میں دورۂ حدیث مکمل کرنے کی کوئی پابندی نہیں، اس لیے اپنے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحب کے درس میں ابوداؤد شروع کردی، ترمذی شریف کو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی واپسی پر ملتوی کر رکھا تھا، لیکن بعض اسباب کی بناپر (ابن ماجہ کے سوا) بقیہ کتب صحاح والد صاحب ہی سے پڑھیں، یہ سال بڑی محنت اور انہماک کا تھا، اس کا بڑا اہتمام تھا کہ کوئی روایت بھی بے وضو نہ پڑھی جائے۔

حضرت سہارنپوری مدینہ طیبہ میں مستقل قیام کے ارادہ سے گئے ہوئے تھے، واپسی کا کوئی ارادہ نہیں تھا، حضرت شیخ بھی چونکہ ساتھ تھے، اس لئے وہاں سے حضرت شیخ کو ''شیخ الحدیث'' کے لقب سے ملقب فرماکر اور چاروں سلسلوں میں بیعت وارشاد کی عام اجازت عطاء فرماکر ہندوستان کو بھیجا، رفتہ رفتہ اہل اصلاح وعلم کا رجوع ہوا اور وہ بڑھتا چلا گیا، اور پھر اللہ نے آپ کو وہ مقبولیت دی اور آپ کی طرف اہل علم اور عوام کا وہ رجوع ہوا کہ شیخ العرب والعجم بن گئے۔

شوال ۱۳۴۱ھ سے کتب حدیث کی تدریس کا سلسلہ شروع ہوا تھا، جو ۱۳۸۸ھ مطابق ۶۹-۱۹۶۸ء تک جاری رہا، اس کے بعد نزول الماء کی وجہ سے تدریس کا سلسلہ چھوٹ گیا، لیکن تالیف کا سلسلہ جاری رہا۔

درس وتدریس کے انہماک، ذکر ونوافل کی یکسوئی، مہمانوں کی کثرت اور واردین وصادرین کے ہجوم کے باوجود شیخ کی طبیعت میں شروع ہی سے تصنیفی ذوق اور تحریری کام میں انہماک ودیعت تھا، شیخ نے جو تصنیفات وتالیفات اور شروحات لکھی ہیں، ان کی تعداد (۱۰۳) ہے۔

حضرت شیخ کی علالت کا سلسلہ بہت طویل اور سالہا سال ممتد رہا، آخرکار ۲۴/مئی ۱۹۸۲ء مطابق یکم شعبان ۱۴۰۲ھ دوشنبہ کو عصر، مغرب کے درمیان مدینہ منورہ میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی ولادت محرم ۱۳۱۵ھ مطابق جون ۱۸۹۷ء میں ہوئی، حضرت قاری صاحب نے اپنے وقت کے اہم اساتذہ سے کسب فیض کیا، تعلیم کے حصول میں آپ نے پوری محنت وجدوجہد کی اور اسلاف جیسی

جانفشانی ومحنت کی، آپ اپنی کوشش وقربانی اور محنت کی وجہ سے اساتذہ کے نزدیک ہر دلعزیز ہو گئے، پاکباز اور پاک طینت اساتذہ نے آپ کی پیشانی میں ستارہ اقبال کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھ کر آپ کو منظور نظر بنالیا، جس کے نتیجے میں تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد ہی آپ کو دارالعلوم دیوبند جیسے اہم ادارے کا مہتمم بنادیا گیا، تاریخ میں ایسی بہت کم شخصیات ہیں جن کو کسی ادارے کی ذمہ داری یا اہتمام کی اتنی مدت میسر آئی ہو جتنی کہ حضرت قاری صاحب کو، ان کی شخصیت زمانی رقبہ کے لحاظ سے بھی بہت وسیع اور جامع تھی، اور معنوی رقبہ کے لحاظ سے بھی، زمانی رقبہ تو ۸۸/سال کا ہے، جس میں سے ابتدائی زمانہ نکال دیا جائے تو بھی ۷۰/سال کے قریب ہوتے ہیں، معنوی رقبہ اس لیے وسیع ہے کہ علم وفضیلت، بصیرت، وسعت علم اور علم کی پختگی ورسوخ، خدمت دین اور اس کے ساتھ اصلاح ووعظ وارشاد، عوام سے رابطہ تربیت ودعوت، بیعت وارشاد، ان سب پہلوؤں اور گوشوں پر ان کی زندگی محیط تھی۔

حضرت قاری صاحب نے اسلاف امت کی طرح روحانی وباطنی تربیت بھی حاصل کی تھی، اس سلسلہ میں انہوں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے دست حق پر بیعت کی اور سلوک وطریقت کا راستہ بڑی کامیابی کے ساتھ طے کیا، حضرت حکیم الامت کے یہاں برابر حاضری کا معمول رہا، حضرت کی ذات سے کسب فیض، حضرت کی وفات تک برابر جاری رہا اور حضرت تھانوی نے حضرت قاری صاحب کو خرقہ خلافت سے بھی نوازا، چنانچہ آپ کا حضرت تھانوی کے ممتاز ترین خلفاء میں شمار ہوتا ہے۔

اس طرح زندگی کے مختلف شعبوں میں حضرت قاری صاحب ایمان ویقین کی، علم ومعرفت کی، دعوت وارشاد کی، تعلیم وتربیت کی، صلاح وتقویٰ کی، ہدایت ورہنمائی کی، زبان وقلم کی، تسلیم ورضا کی آبیاری کرتے رہے، اور بھٹکی ہوئی

انسانیت اور گم گشتہ راہوں کی راہ گیری کرتے رہے، اور دارالعلوم دیوبند کو پروان چڑھانے اور اس کو عالم گیر پیمانے پر مشہور کرنے اور اس کے پیغام اور مشن وفکر کو پوری دنیا میں پھیلانے اور عام کرنے میں ہمہ تن شب وروز مشغول رہے، یہاں تک کہ دارالعلوم کو ترقی کے بام عروج تک پہنچا کر بین الاقوامی اور عالم گیر ادارہ بنادیا۔

مگر افسوس کہ اجلاس صد سالہ کے بعد دارالعلوم دیوبند میں باہمی اختلافات نے جن ہنگاموں کی شکل اختیار کی، انہوں نے ماضی کے تمام ہنگاموں کو مات کردیا اور آپ کے چھوٹوں نے آپ کی ساٹھ سالہ خدمات کا جو صلہ اس آخری عمر میں آپ کو دیا وہ انتہائی تکلیف دہ ہے، حضرت قاری صاحب کی ساٹھ سالہ خدمات اور آپ کی ہمہ گیر وہر دلعزیز باوقار شخصیت ہونے کے باوجود دارالعلوم سے علیحدگی کے حادثہ کا تصور جب دماغ میں آتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل کو تھامنا مشکل ہوجاتا ہے، حضرت قاری صاحب کے دل پر کیا گزری ہوگی، اس کا کوئی تصور نہیں کرسکتا، کاش کہ قاری صاحب اپنی زندگی میں اس حادثہ کو نہ دیکھتے اور اپنے سینچے ہوئے باغ سے علیحدگی کا داغ اٹھائے بغیر اس دنیا سے رخصت ہوتے، بس اللہ ہی مالک اور وہی بہترین مددگار وکارساز ہے۔

دارالعلوم کا یہ سچا خادم علیحدگی کا زیادہ غم برداشت نہ کرسکا، اور اس کے بعد پھر جلد ہی ۶/شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷/جولائی ۱۹۸۳ء کو اپنے مالک حقیقی کی آغوش میں چلا گیا، اس طرح ایک پورے عہد کا، اس کے مزاج ومذاق کا اور اس کی دل آویز خصوصیات کا خاتمہ ہوگیا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ اعلی حضرت مولانا شاہ

عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے نواسہ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے جانشین تھے، عالم وصالح متشرع اور ذاکر وشاغل تھے، ۱۹۰۵ء میں گمتھلہ میں پیدا ہوئے، مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کی وفات کے بعد پاکستان منتقل ہوگئے تھے، اور تادم آخر وہیں رہے، اور چار دفعہ وہاں سے رائے پور تشریف لائے، پہلی مرتبہ ۱۹۶۵ء میں، دوسری مرتبہ ۱۹۷۱ء میں، تیسری دفعہ ۱۹۸۷ء میں اور چوتھی مرتبہ ۱۹۹۱ء میں اور پانچویں اور آخری مرتبہ جب کہ یکم ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۳؍جون ۱۹۹۲ء بروز بدھ شب میں پاکستان میں آپ کی وفات ہوئی اور پانچویں روز ۵؍ذی الحجہ ۱۴۱۲ء مطابق ۷؍جون ۹۹۲ء اتوار کی شب میں آپ کی نعش کو رائے پور لایا گیا، اور وہیں اپنے نانا حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے ہندوپاک میں کافی فیض پہنچا، ہزاروں لاکھوں بندگان خدا بیعت ہوئے، اور راہ سلوک وطریقت کو طے کیا، آپ کو دیکھ کر لوگوں کو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کا زمانہ یاد آجاتا تھا، گویا کہ آپ ایک مجسمہ نور تھے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ

حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادیؒ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے، آپ اسم بامسمیٰ، مجسمہ رحمت وشفقت، منبع جود وسخا، سراپا رشد وہدایت، نمونہ اکابر اور صاحب برکت پیر طریقت تھے، ولادت ۱۳۳۰ھ میں ہوئی، تعلیم کی تکمیل کے بعد حضرت تھانوی سے سلوک وطریقت کے منازل طے کئے، تکمیل کے بعد حضرت تھانوی نے خلافت واجازت سے نوازا، پھر زندگی بھر اصلاح ودعوت اور تربیت وارشاد کے ساتھ درس وتدریس کا بھی فریضہ انجام دیتے رہے، اور جلال آباد

میں ایک بڑا ادارہ قائم کردیا، جس کے آپ روح رواں اور شیخ الحدیث رہے، آپ کے شاگردوں اور مریدین کی ایک کثیر تعداد ملک اور بیرون ملک میں دین کی اشاعت وتبلیغ میں مشغول ہے، ۱۷؍جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۳؍نومبر ۱۹۹۲ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی معروف بہ ''حضرت جی'' ۱۸؍جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۰؍فروری ۱۹۱۸ء بدھ کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے، مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد نظام الدین مرکز میں تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوگئے، وہاں کاشف العلوم میں درس وتدریس کا فریضہ بھی انجام دیا، ۱۹۶۵ء میں امیر جماعت متعین ہوئے، اور تادم آخر بڑے حسن وخوبی کے ساتھ امارت کے فریضہ کوانجام دیا، آپ مسیحائے دل دردمنداں، رہنمائے رہ نورداں راہ خدا تھے، امراض روحانی کے طبیب حاذق اور کبیر داعی تھے، حضرت مولانا الیاس صاحب کے تربیت یافتہ اور صحبت یافتہ تھے، سلوک وطریقت میں بھی حضرت ہی کے فیض یافتہ تھے، آپ کا انتقال ۱۰؍محرم ۱۴۱۶ھ مطابق ۹؍جون ۱۹۹۵ء جمعہ کے روز ہوا۔

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب ۹؍جمادی الثانیہ ۱۳۳۵ھ کو گنگوہ میں پیدا ہوئے، آپ نے دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور سے تعلیم حاصل کی، نیز دونوں جگہ درس وتدریس کی خدمات بھی انجام دیں، آپ نے سلوک وطریقت کے منازل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کے زیر سایہ مکمل کئے، تکمیل کے بعد حضرت شیخ نے آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا، پھر آپ نے ایک

خلق کثیر کو فیضیاب کیا، آپ نہایت منکسر المزاج، متواضع، کثیر المطالعہ، ذاکر وشاغل، فراخ حوصلہ اور سیر چشم بزرگ اور بڑے مہمان نواز تھے، ہند اور بیرون ہند میں آپ کے تلامذہ اور متوسلین کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے، آپ کے ملفوظات ومواعظ اور فتاوی کی ۲۰/جلدیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں، حضرت مفتی صاحب کی وفات ۹/ جمادی الثانیہ ۱۳۳۵ھ میں ہوئی، اور وفات ۱۸/ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۳/ستمبر ۱۹۹۶ء سہ شنبہ کو جنوبی افریقہ کے جرمسٹن شہر میں ہوئی۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ۱۹۰۵ء میں سنبھل میں پیدا ہوئے، دارالعلوم دیوبند میں تعلیم مکمل کی، اور کچھ وقت تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دئے اور سلوک وطریقت کے منازل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے زیر تربیت مکمل کئے، اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے، پھر زندگی بھر دعوت وتبلیغ اور وعظ وارشاد اور تصنیف وتالیف کا فریضہ انجام دیتے رہے، متعدد تصنیفات آپ کے قلم سے نکلیں، ایک مستقل رسالہ ''الفرقان'' کے نام سے جاری فرمایا، جو اب تک نکل رہا ہے، اس طرح آپ کثیر التصانیف، صاحب ورع وتقوی، علم ومعرفت کے امام، مسیحائے درددل اور مناظر اسلام تھے، ۱۹۹۷ء میں ۴/مئی کی شب میں لکھنؤ میں وفات پائی۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی کی ولادت ۱۳۴۳ھ میں ہوئی، آپ نے مدرسہ شاہی مرادآباد اور مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کی، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور سے سلوک وطریقت کی تکمیل کی اور

حضرت کی طرف سے اجازت وخلافت سے سرفراز کئے گئے، اس کے بعد آپ نے اپنے وطن ہتھورا میں جامعہ عربیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، جس کے آپ بانی اور شیخ الحدیث تھے، آپ کی جفاکشی، دین کے لئے محنت وجدوجہد مشہور ہے، زہد وتقوی، تواضع اور سادگی میں نمونہ اسلاف تھے، خلق خدا آپ کے روحانی وعلمی فیض سے مستفیض ہوئی، ۲۳/ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ م ۲۸/اگست ۱۹۹۷ء جمعرات کے روز وفات ہوئی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی عالم اسلام کی مشہور شخصیت تھی، آپ اگر ایک طرف بہترین مفکر، محقق، دانشور، مصنف، کبیر مؤرخ، چوٹی کے ادیب، جید عالم تھے، تو دوسری طرف مخلص داعی، صاحب ورع وتقوی، شیخ کامل، امام ومجدد، مربی وقت اور صاحب نسبت ومعرفت بزرگ، حضرت رائے پوری کے اجل اور خاص خلفاء میں سے تھے، آپ کی ولادت حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی (۱۲۰۱ھ ش ۱۲۴۶ھ) کے خاندان میں صاحب ''نزہۃ الخواطر'' علامہ سید عبدالحئ کے گھر میں ۶/محرم ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۱۴ء میں ہوئی، آپ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ یونیورسٹی، دارالعلوم دیوبند اور لاہور میں تعلیم حاصل کی، پھر حضرت رائے پوری کے زیر سایہ سلوک وطریقت کے منازل طے کئے، اور اجازت وخلافت سے سرفراز کئے گئے، اسی طرح دارالعلوم ندوۃ العلماء میں استاد ہوئے، پھر معتمد تعلیم رہے، پھر ناظم بنائے گئے، اور تادم آخر نظامت کے فرائض انجام دئے، اور ایک خلق کثیر کو آپ کی ذات سے فیض پہنچا، دنیا کے کونے کونے میں آپ کی اصلاح ودعوت کی آواز پہنچ گئی، اس لئے کہ آپ نے اپنی تقریر وتحریر، تصنیف وتالیف اور دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد اور

اصلاح وتربیت سے پوری دنیا کو فیض پہنچایا، اور ۷۶/ر کتابیں یادگار چھوڑیں، بالآخر ۲۲/ر رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱/ر دسمبر ۱۹۹۹ء کو جمعہ کے روز واصل بحق ہوگئے۔

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مظاہریؒ

حضرت مفتی مظفر حسین صاحب مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے ناظم اعلی تھے، ۲۹/ر اگست ۱۹۲۹ء میں آپ کی ولادت ہوئی، حضرت مفتی صاحب ایک علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے، ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی زبردست متبحر عالم دین تھے، خود حضرت مفتی صاحب کی شخصیت علمی اعتبار سے بڑی بھاری بھرکم تھی، اہل علم حضرات ان کے علم وعمل کے معترف وقائل تھے، انہوں نے مظاہر علوم میں تعلیم کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی زیر نگرانی سلوک وطریقت کے منازل طے کئے، سلوک کی تکمیل کے بعد حضرت نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، پھر آپ نے درس وتدریس اور مظاہر علوم کی نظامت اور دعوت وارشاد کے کام میں پوری زندگی صرف کردی، اور ۲۸/ر رمضان ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۲/ر نومبر ۲۰۰۳ء میں وفات پائی۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی حضرت تھانوی کے خلیفہ تھے، آپ نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت تھانوی سے سلوک وطریقت کا سلسلہ قائم کرلیا تھا، اور آپ کو طالب علمی ہی کے زمانہ میں حضرت تھانوی نے مجاز بنالیا تھا، آپ نہایت ہی متبع سنت، نظام پسند، صاحب جمال ووقار، روشن جبین بزرگ تھے، مظاہر علوم سے تعلیم مکمل کی، ۱۳۶۲ھ میں آپ نے ہردوئی میں مدرسہ اشرف المدارس قائم کیا، جو ماشاء اللہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہے، آپ کے بہت سے مواعظ اور

تصنیفات ہیں، آپ اپنی بابرکت ذات سے ایک خلق کثیر کو روحانی وعلمی اور اصلاحی فیض پہنچانے میں لگے ہوئے تھے کہ وقت موعود آگیا اور ۹/ر ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷/ر مئی ۲۰۰۵ء کو وفات پائی۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ

حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے فرزند ارجمند تھے، ۲۸/ر اپریل ۱۹۲۸ء کو ولادت ہوئی، دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، پھر کچھ دن دار العلوم میں تدریس فرائض انجام دئے، آپ کے اندر ملت کی ہمدردی، قوم کی رہنمائی کا پورا درد تھا، اللہ تعالی نے آپ کو بزرگی، عزت وشرف کے ساتھ سیاسی ملکہ بھی عطا فرمایا تھا، جس کی بناپر آپ ممبر پارلیمنٹ بھی رہے، آپ کا سلوک وطریقت کا سلسلہ حضرت مدنی ہی سے تھا، لیکن آپ کو خلافت واجازت حضرت مدنی کے خلفاء نے حضرت مدنی کے انتقال کے بعد عطا کی، اس طرح آپ حضرت مدنی کے جانشین قرار پائے، اور پھر زندگی بھر آپ نے اپنے آپ کو ملی خدمات اور ملک وملت اور قوم کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا، اور تادم آخر آپ دعوتی، فکری اور اصلاحی کاموں میں مشغول رہے، یہاں تک کہ ۶/ر فروری ۲۰۰۶ء کو دہلی کے اپولو ہاسپٹل میں انتقال ہوا، اور دیوبند میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مولانا سید شاہ انور حسین نفیس حسینی لاہوریؒ

حضرت مولانا سید شاہ انور حسین نفیس الحسینی کی ولادت باسعادت ۱۳/ر ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱/ر مارچ ۱۹۳۳ء کو گوڑیالہ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم قصبہ کے ہائی اسکول میں حاصل کی، لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں گورنمنٹ کالج سے انٹرمیڈیٹ کی ڈگری حاصل کی، فن خطاطی اپنے والد ماجد خطاط القرآن سید محمد اشرف

علی سے حاصل کیا، ۱۹۴۸ء میں باقاعدہ فن کتابت کا آغاز کیا، ۲۳ ستمبر ۱۹۵۱ء کو فیصل آباد سے کریم پارک لاہور میں منتقل ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب کا گھرانہ شروع ہی سے دین اسلام کی عالمگیر حقانیت اور اس کی روحانیت کا علمبردار رہا ہے، اس لیے حضرت شاہ صاحب بھی اس روحانی غذا کے متلاشی رہے، چونکہ آپ کے نانا حضرت عبدالغنی شاہ صاحب سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کے صاحب کرامت شیخ تھے، اس لیے شاہ صاحب کی فطرت کا خمیر بھی شریعت، روحانیت، نفاست اور محبت کے عناصر اربعہ سے گوندھا گیا تھا، طبیعت فطرۃً تصوف کی طرف مائل تھی اور اللہ نے ذوق جمالیات کے ساتھ حساس و دردمند دل کی نعمت سے نوازا تھا، اس لیے مرشد کامل تک پہنچنے کے لیے اضطراب و تشنگی روز بروز بڑھتی ہی رہی، آخر کار مشیت خداوندی نے مرشد المشائخ، قطب الارشاد، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی خدمت بابرکت میں پہنچا دیا، حضرت سے بیعت کا تعلق قائم کیا اور سلوک کی تکمیل کی، اور حضرت کی طرف سے مجاز بیعت ہوئے، پھر زندگی بھر اپنے آپ کو دعوت و تبلیغ، وعظ و ارشاد کے کام میں لگائے رکھا، اور ملت و قوم کی اصلاح و تربیت کرتے رہے، یہاں تک کہ وقت موعود آ گیا، اور ۵ فروری ۲۰۰۸ء کو صبح صادق سے پہلے لاہور میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب پاکستانیؒ

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ۱۹۲۰ء میں خواجہ محمد عمر کے یہاں بستی ڈنگ (میاں والی) میں پیدا ہوئے، ضلع میاں والی میں کندیاں شریف کے قریب دریائے سندھ کے کنارے پر "بکھڑہ" نامی ایک قصبہ تھا، جو دریا برد ہوا تو اس قصبہ کے لوگوں نے مختلف بستیاں آباد کرلیں، ان بستیوں میں ایک بستی ڈنگ کے نام سے مشہور

ہوئی اور یہی بستی حضرت کا مولد و مسکن بنی۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں خانقاہ میں پڑھیں، آپ بچپن ہی سے انتہائی سنجیدہ، بردبار، متین، خاموش طبع اور صلح جو طبیعت کے حامل تھے، مزاج خادمانہ تھا، پروفیسر علامہ میاں منظور احمد صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ کچھ عرصہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے رہے، فرماتے ہیں کہ دارالعلوم کے تمام اساتذہ کرام حضرت خواجہ صاحب کا زمانہ طالب علمی میں بھی احترام کرتے تھے اور دارالعلوم میں تو ہر خرد و کلاں (چھوٹے بڑے) کی زبان پر یہی تھا کہ یہ پنجاب کی بہت بڑی گدی کے سجادہ نشین ہوں گے، یہاں یہ کہاوت برموقع معلوم ہوتی ہے کہ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب خانقاہ سراجیہ میں اپنے شیخ حضرت خواجہ ابو سعد احمد خاں صاحب کے زیر تربیت رہے، اور سلوک و طریقت کے منازل طے کر کے خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے، پھر خانقاہ سراجیہ کے شیخ بن گئے۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب بیان فرماتے ہیں "حضرت خواجہ خان محمد اس زمانے میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم اور مثالی پیشوا تھے، جن کے چشم فیض سے ہزاروں انسانوں نے پیاس بجھائی اور حضرت خواجہ صاحب قحط الرجال کے اس دور میں حقیقی اللہ والے تھے، آپ کی صحبت، یاد الٰہی اور تزکیہ نفس میں روحانی ترقیات کا بڑا ذریعہ تھی، ان کی دعاؤں، اقوال اور صحبت سے تاریکیاں دور ہوتیں، باطنی انوارات حاصل ہوتے، آپ علم و عمل، زہد و تقوی، اخلاق و للّٰہیت کے پیکر تصوف و سلوک کے امام اور اہل حق کی جیتی جاگتی تصویر تھے، آپ ان عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھے جن کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے۔

حضرت خواجہ خان محمد جب دار العلوم دیوبند سے سند فراغ حاصل کر کے خانقاہ سراجیہ پہنچے تو خانقاہ شریف کے مدرسہ سعدیہ میں آپ نے کچھ عرصہ تک تدریسی خدمات انجام دیں، یہاں آپ نے گلستاں، بوستاں، منیۃ المصلی، قدوری، اصول الشاشی اور کئی دوسری کتابیں پڑھائیں۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھے، وہ خانقاہ سراجیہ کندیاں کے شیخ اور دار العلوم دیوبند کے فاضل اور تحفظ ختم نبوت کے میر کارواں اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم شیخ تھے، اللہ تعالی نے آپ کو بہت ہی خصوصیات سے نوازا تھا، تقریباً ۹۰ر سال تک اللہ کی مخلوق کی خدمت کر کے ۲۲ر جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ مطابق ۵ر مئی ۲۰۱۰ء بروز جمعرات واصل بحق ہوگئے۔

حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندویؒ

حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی ۲۹ر جنوری ۱۹۵۷ء میں پیدا ہوئے، ندوہ میں تعلیم حاصل کی، اور پھر وہیں درس وتدریس کا کام شروع کر دیا، سلوک کی تکمیل اپنے جد امجد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی کے زیر سایہ کی، اور خلافت سے سرفراز ہوئے، دعوت وارشاد کا کام زندگی بھر کرتے رہے، اللہ تعالی کے خاص موفق بندوں بلکہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھے، انھوں نے اپنے عمل اور کردار سے لاکھوں لوگوں کے دلوں کو جیتا اور ہزاروں کی ہدایت واصلاح کا ذریعہ بنے، اور اپنے قول وعمل میں تضاد کو کبھی جگہ نہیں دی، وہ بے لوث خادم دین، خادم قوم اور رہبر انسانیت تھے، انھوں نے اپنی شب وروز کی زندگی اسی فکر وتڑپ میں گزار دی، جو ان کو اپنے جد امجد حضرت مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی صاحب ومفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی سے ورثے میں ملی تھی، کہ کس طرح سے ملت کی کشتی جو بھنور میں پھنسی ہے یا پھنسنا چاہتی ہے، پار لگ جائے، بھٹکی ہوئی انسانیت

کیسے اللہ کی طرف آجائے، اور کیسے بے ایمان لوگوں کے اندر ایمان آجائے، اور وہ سدا کی جہنم کی آگ سے بچ جائیں، ان کو عوام کی بھی فکر تھی، ان کو نوجوانوں کی بھی فکر تھی، نئی نسل کی بھی فکر تھی، یہاں تک کہ طبقہ خاص اور علماء کی بھی فکر تھی، نوجوان طبقہ اور نئے علماء کی وہ ایسی فکری، روحانی تربیت کرتے تھے جس سے ان کے اندر علمی وفکری اور دعوتی تڑپ پیدا ہوجاتی تھی، ان کے ساتھ ہر وقت طلباء اور علماء کا ایک جم غفیر چلتا تھا، ان کی زندگی کا یہ عمل جاری تھا کہ ۳۰ر جنوری ۲۰۱۳ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کراچیؒ

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب پرتاب گڑھ شہر میں ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے، تعلیم کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری سے روحانی تعلق قائم کیا، اور ۱۸ر سال ان کی خدمت میں رہے، پھر حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی سے اکتساب فیض کیا، اور آپ کے اجل خلفاء میں شمار ہوئے، ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی سے تعلق قائم کیا، اور حضرت کے مجاز بھی ہوئے، ۱۹۵۵ء میں پاکستان ہجرت کی اور کراچی میں جامعہ اشرف المدارس کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا، جو وہاں مشہور ہوا، اور اس کو قبولیت حاصل ہوئی، اللہ تعالی نے آپ کو اہل علم اور عوام میں بھی مقبولیت عطا کی اور مخلوق خدا آپ سے روحانی وایمانی تربیت حاصل کرتی رہی اور آپ سے فیض اٹھاتی رہی، اس طرح آپ بھی تادم واپسیں تعلیم وتبلیغ اور وعظ وارشاد میں لگے رہے، ہزاروں کو آپ کی ذات بابرکت سے فیض پہنچا، یورپ وافریقہ، کناڈا وانگلینڈ میں آپ کا خوب فیض ہوا، آپ کے مواعظ ورسائل اور کتابیں کثیر تعداد میں چھپ چکی ہیں، اخیر عمر میں امراض وعوارض کی کثرت تھی، بالآخر ۲۳ر رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲ر جون ۲۰۱۳ء کو پیر کے روز کراچی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

موجودہ اکابر دیوبند

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی (جو حضرت سید احمد شہید رائے بریلی کے مسترشد اور کئی کتابوں کے مصنف تھے) کی پانچویں پشت میں مولانا رؤف الحسن صاحب کاندھلوی کے ہاں ۱۹؍جمادی الاولی ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۰؍جنوری ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوئے، مظاہر علوم میں تعلیم کی تکمیل کی، اور سلوک وطریقت کے منازل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے زیر تربیت طے کئے، حضرت شاہ صاحب نے آپ کو خرقہ خلافت کی دولت سے نوازا، اور آپ ان کے مجاز بیعت ہوئے، آپ کا مبارک مشغلہ ایک عرصہ سے درس تفسیر قرآن ہے، حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب بہت پایہ کے بزرگ، بہترین مفسر قرآن، جید عالم دین، اور کامل ولی اور عارف ہیں، خلاف شرع بات کو ذرا بھی گوارا نہیں کرتے، ایسے موقع پر فوراً آگ بگولہ ہوجاتے ہیں، زائرین اور طالبین آتے رہتے ہیں، اور آپ کی بابرکت ذات سے استفادہ کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم ودائم رکھے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی پیدائش ۱۹۲۹ء میں ہوئی، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ۱۹۴۸ء میں تعلیم مکمل کی، دارالعلوم دیوبند میں بھی کچھ عرصہ قیام رہا، اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مختلف تدریسی مراحل طے کرتے ہوئے ۱۹۹۳ء میں

مہتمم دارالعلوم ہوئے اور حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی وفات کے بعد ۲۰۰۰ء میں ندوۃ العلماء کے ناظم بنے، اس کے بعد آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر منتخب ہوئے، آپ نے تدریسی مشغولیات کے ساتھ تصنیفی لائن کو بھی اختیار کیا اور اس میں ضرورت اور وقت کے تقاضے کے پیش نظر اردو اور عربی میں درسی وغیر درسی بیش بہا تصانیف کیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے، آپ نے حضرت مفکر اسلام کی صحبت وتربیت کے ساتھ ساتھ وقت کے اہم مشائخ واکابر سے بھی استفادہ کیا، جن میں خاص طور پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مراقدہم کے نام قابل ذکر ہیں، آپ تاریخ کی وہ اہم شخصیت ہیں، جن کی ۷۰؍سال کی عمر تک تربیت کی گئی، اور ۷۰؍سال کی عمر میں حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے اجازت وخلافت سے سرفراز کیا اور ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین قرار دئے گئے، آج کل آپ کا فیض ہر چہار دانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے، آپ کی صحبت میں بلا کی تاثیر ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے، اور ہم ناقدروں کو آپ کی قدر کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری مدظلہ

حضرت مفتی صاحب کی پیدائش جنوری ۱۹۳۳ء میں ہوئی، مظاہر علوم میں تعلیم مکمل کی اور کچھ دنوں تک مدرسہ خادم العلوم باغوں والی ضلع مظفر نگر میں پڑھایا، پھر اکابر کے مشورہ سے مظاہر علوم میں تشریف لے آئے، مظاہر سے یکسو ہونے کے بعد سے خانقاہ رائے پور کو آباد کئے ہوئے ہیں۔

آپ نے سلوک وطریقت کی تعلیم حضرت رائے پوری سے حاصل کی، اور تکمیل اپنے چچا حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کے زیر سایہ کی، حضرت حافظ عبدالرشید صاحب نے آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا، پھر بعض دوسرے بزرگوں نے بھی آپ کو اجازت دی، خاص طور سے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے بھی آپ کو مجاز فرمایا، آپ خاموش طبیعت اور منکسر المزاج عالم دین ہیں، نفاست، نظافت، صفائی وستھرائی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، آج کل استغراق کی کیفیت طاری رہتی ہے، ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور رائے پور کی خانقاہ آپ ہی کے دم قدم سے آباد ہے، اللہ تعالی آپ کا فیض صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم ودائم رکھے۔

حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری مدظلہ

حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری مارچ ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے، آپ نے مظاہر علوم میں تعلیم مکمل کی، اور اپنے والد سے حکمت سیکھی، بچپن ہی سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی خدمت میں حاضری ہوتی رہی، کیونکہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب حضرت شاہ صاحب کے خلفاء اور خاص لوگوں میں سے تھے، آپ نے سلوک وطریقت کے منازل حضرت شاہ صاحب کی سرپرستی میں طے کئے، اور حضرت شاہ صاحب نے آپ کو خلافت واجازت کی دولت سے مشرف فرمایا، ابتدائے زمانہ سے ہی خلق خدا کو اپنی حکمت وطبابت کے ذریعہ فیض یاب کرتے رہے ہیں، اور آج کل بھی ایک جم غفیر روزانہ آپ کی صحبت ومجلس سے فیض یاب ہوتا ہے، آپ کی خدمت میں جتنے بھی لوگ حاضر ہوتے ہیں، آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں نصیحت کرتے ہیں، سب کو

اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دیتے ہیں، اور دینی اعتبار سے جس میں جو کمی محسوس کرتے ہیں، اس کی رہنمائی اسی طرف کرتے ہیں، اللہ تعالی آپ کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم ودائم رکھے۔

حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ

حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی موضع کاریساتھ، ضلع مئو میں پیدا ہوئے، تعلیم کی تکمیل کے بعد حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی سے سلوک وطریقت کے منازل طے کئے، اور اجازت وخلافت سے سرفراز کئے گئے، اس کے بعد سے دینی، دعوتی، اصلاحی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں، آپ کے مریدین ومتوسلین کا ایک طویل حلقہ ہے، آپ کا فیض ہندوبیرون ہند، یورپ، افریقہ تک پھیلا ہوا ہے، تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری ہے اور آپ کی متعدد تصنیفات منظر عام پر آچکی ہیں، اللہ تعالی آپ کا سایہ تادیر قائم ودائم رکھے۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب مدظلہ جھنگ پاکستان

حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب جھنگ (پاکستان) میں پیدا ہوئے، تعلیم وتربیت کی تکمیل کے بعد سلوک وطریقت کے سلسلہ میں اپنے پیر حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقشبندی مجددی سے روحانی تعلق قائم کیا، اور سلوک وطریقت کے منازل طے کئے، اور اجازت وخلافت سے سرفراز کئے گئے، ایک عرصے سے آپ کے وعظ وارشاد اور دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری ہے، دارالعلوم جھنگ کے مہتمم بھی ہیں، تیس کے قریب آپ کے مواعظ وملفوظات اور خطبات اور تصنیفات منظر عام پر آچکی ہیں، اور آپ کی ہردلعزیزی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، اللہ تعالی آپ کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ قائم ودائم رکھے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا انگلینڈ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا نانی نرولی ضلع سورت گجرات میں یکم محرم الحرام ۱۳۶۶ھ م ۲۵ر نومبر ۱۹۴۶ء بروز پیر پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی، پھر جامعہ حسینیہ راندیر میں تعلیم حاصل کی، تعلیم کی تکمیل جامعہ مظاہر علوم میں ہوئی، اسی زمانے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ سے بیعت وارادت کا تعلق قائم کیا، اور سلوک وطریقت کے منازل طے کئے، حضرت شیخ کی طرف سے مجاز بیعت قرار پائے اور حضرت شیخ کا بھرپور اعتماد حاصل کیا، اور پھر انگلینڈ جاکر ایک بڑا دارالعلوم قائم کیا، جہاں سے علم ظاہری وعلم باطنی کی سیرابی کا عمل بھی شروع کیا، اس وقت آپ کا ادارہ برطانیہ کے ممتاز اداروں میں شمار ہوتا ہے، آپ اس وقت شیخ برطانیہ ہی نہیں بلکہ شیخ یورپ ہیں، اللہ تعالی نے حضرت شیخ کی صحبت وتعلق کی برکت سے آپ کو بلندترین مقام عطا کیا، اس طرح آپ کا فیض انگلینڈ اور یورپ کے بہت سے ملکوں میں پھیل رہا ہے، ایک خلق کثیر آپ سے فیضیاب ہورہی ہے، متعدد تصنیفات آپ کے حسنات میں شامل ہیں، اور آپ کی زندگی کا عظیم کارنامہ قرآن شریف کا عام فہم زبان میں ترجمہ ہے، جو ''اضواء البیان'' کے نام سے اردو، ہندی اور گجراتی میں شائع ہوکر مقبول ہوچکا ہے، اللہ تعالی آپ کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم ودائم رکھے۔

حضرت مولانا ظریف احمد صاحب قاسمی ندوی مدنی

حضرت مولانا ظریف احمد صاحب قاسمی ندوی مدنی کی پیدائش ۱۵ر فروری ۱۹۵۴ء کو موضع لکڑ بھل پورہ ضلع انبالہ (موجودہ جمنانگر) ہریانہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کی مسجد میں حاصل کی اور میانجی عبداللطیف صاحب کے پاس چودہ

پارے حفظ کئے، ۱۳۸۵ ہجری مطابق ۱۹۶۵ء میں جامعہ اسلامیہ ریڑھی میں داخل ہوئے، وہاں تین سال کی مدت میں قرآن مجید حفظ کیا، مزید پانچ سال رہ کر شرح جامی تک کی تعلیم کی تکمیل کی، پھر اعلی تعلیم کیلئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، دارالعلوم میں پانچ سال قیام رہا، اوردورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا، وہاں عربی ادب سے فراغت حاصل کی، پھر وہیں ثانوی درجات میں تدریسی سلسلہ شروع کردیا، اس کے کچھ دن بعد مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور چارسال تک وہاں زیر تعلیم رہے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد ہریانہ کے ایک ادارہ ''جامعہ بیت العلوم'' پہلی مزرعہ میں مبعوث ہوئے، وہاں دوسال قیام کرکے ۱۳ر ستمبر ۱۹۸۷ء وقطر کی وزارت داخلہ میں ملازمت شروع کی، ۲۱ر سال تک ملازمت کرکے ۲۰۰۸ء میں سبکدوش ہوگئے، اس کے بعد سے وزارت الاوقاف کے شعبہ دعوۃ وارشاد میں دعوت وتبلیغ کا کام انجام دے رہے ہیں۔

ندوہ کے زمانہ قیام میں ہی حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے بیعت کا تعلق قائم کیا، اور حضرت کی زیر سرپرستی سلوک وطریقت کے منازل طے فرمائے، یہاں تک کہ ۱۹۹۱ء میں حضرت مفکر اسلامؒ نے حضرت والا کو سلاسل اربعہ اور خاص طور سے حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ میں اجازت وخلافت مرحمت فرمائی، اس کے بعد حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی نے بھی ان کو اجازت وخلافت سے نوازا۔

ندوہ کے زمانہ سے ہی پیام انسانیت کے سلسلہ میں دعوتی اسفار شروع کردیئے تھے، نیز حضرت مفکر اسلام کو بھی مارچ ۱۹۷۸ء میں ہریانہ اور پنجاب کا دورہ کرایا، ۱۹۸۵ء میں جگادھری شہر میں ''معہد الرشید الاسلامی'' کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم

فرمایا، جس میں دینی وعصری تعلیم کا معقول نظم ہے، قطر کے تعاون سے ہریانہ وپنجاب میں کئی سو مساجد بھی تعمیر کرائی ہیں، اب سال میں تین چار مرتبہ قطر سے ہندوستان آتے ہیں اور اپنے قائم کردہ ادارہ کی نگرانی کرتے ہیں، اور علاقے میں فیض پہنچاتے ہیں، جون ۲۰۱۴ء میں قطر کے سفر کے دوران راقم کو بھی حضرت والا نے سلاسل اربعہ میں اور خاص طور سے حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر سلامت باکرامت رکھے، اور آپ کے فیض کو پورے عالم میں پہنچائے۔

حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی

حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی مدظلہ العالی کی پیدائش ۱۲/ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ مطابق ۳/ فروری ۱۹۴۷ء کو سرساوہ ضلع سہارنپور میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں حاصل کی، پھر ۱۳۸۰ ہجری میں جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور میں داخل ہوئے، وہاں عربی کی تعلیم حاصل کی، کاشف العلوم میں کئی سال قیام کے بعد ۱۳۸۴ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، اور وہاں دورۂ حدیث شریف سے ۱۳۸۸ ہجری مطابق ۱۹۶۸ء میں فراغت حاصل کی۔

زمانہ طالب علمی ہی سے ذہین وفطین اور باصلاحیت تھے، اس لئے فراغت کے فوراً بعد کاشف العلوم کے مہتمم حضرت مولانا شریف الحسن صاحب نے آپ کو کاشف العلوم کیلئے طلب فرمایا، اور ۱۵/ شعبان ۱۳۸۸ ہجری میں وہاں آپ کا تقرر کیا، چنانچہ وہاں مختلف درجات کی کتابیں پڑھاتے ہوئے ترقی کرتے گئے، اور ذمہ داران مدرسہ کا اعتماد حاصل کیا، اور ۱۹۹۸ء میں نے کاشف العلوم کے نائب مہتمم بنائے گئے، اس موقع پر حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مہتمم جامعہ نے یہ فرمایا کہ ”مجھے

دیانت مال اور دیانت نفس میں ان پر بھرپور اعتماد ہے“۔ ۹/ جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ مطابق ۲/ اپریل ۲۰۱۲ء میں حضرت مولانا محمد اسلم صاحب کے انتقال کے بعد مجلس شوریٰ نے آپ کو کاشف العلوم کا مہتمم نامزد کیا۔

طالب علمی کے زمانہ سے ہی سلوک وطریقت کے سلسلہ میں آپ نے محنت کی، اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے خلیفہ حضرت شاہ حافظ عبدالستار صاحب نانکویؒ سے بیعت کا تعلق قائم کیا، اور ان کی سرپرستی میں سلوک وطریقت کے منازل طے کئے، یہاں تک کہ ۱۹۹۰ء میں حضرت حافظ صاحب نے آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا، جب کہ اس سے پہلے ۱۹۸۵ء میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب الہ آبادی خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے آپ کو اجازت وخلافت سے نواز دیا تھا۔

چنانچہ حضرت مولانا جامعہ کاشف العلوم کے اہتمام کیساتھ تصوف وسلوک کے میدان میں بھی اپنا فیضان جاری کئے ہوئے ہیں، اور آپ سے آپ کے متعلقین فیض حاصل کررہے ہیں، اسی طرح تقریر وخطابت، درس وتدریس اور اصلاح وتربیت کے ذریعہ بھی امت کی ہدایت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، راقم پر بھی حضرت مولانا نے اعتماد کیا اور سلوک وطریقت کے سلاسل میں اجازت وخلافت عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت کے فیض کو پورے عالم میں پہنچائے۔

دیگر اکابر حضرات

مذکورہ مرحومین اور موجودہ بزرگان دین واکابر دیوبند کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات ہیں جو ہند ہی نہیں بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش، افریقہ، کناڈا، امریکہ اور انگلینڈ وغیرہ دنیا کے مختلف ملکوں اور خطوں میں کام کررہے ہیں، جن میں بہت سے اللہ کے

دربار میں حاضر ہوگئے، اور بہت سے حضرات ابھی دینی، علمی، روحانی اور اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی عمر میں برکت عطا فرمائے، یہ ایک مختصر تحریر ہے، اس میں سب کا تذکرہ آ بھی نہیں سکتا، کیونکہ یہ ایک تفصیلی موضوع ہے، اس لئے جن اکابر تک یہ مضمون پہنچے، اور ان کا نام اس میں نہ ہو، ان کو تکلیف نہ ہونی چاہئے، اللہ معاف فرمائے، بروقت جن حضرات کے نام ذہن میں آ گئے ان کا تذکرہ لکھ دیا گیا، سب کا استقصاء نہ مقصود ہے اور نہ ہی ممکن ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو پھر تفصیل سے دوسرے حضرات پر بھی روشنی ڈالی جائے گی، قارئین سے گزارش ہے کہ وہ راقم کے حسن خاتمہ کی دعا ضرور فرمادیں۔

والسلام

یکم ربیع الاول ۱۴۳۵ھ　　　　محمد مسعود عزیزی ندوی

۴ر جنوری ۲۰۱۴ء بعد نماز عشاء　　　　رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

مرکز احیاء الفکر الاسلامی

وقت کی اہم ضرورت

﴿ایک دعوت، ایک تحریک، ایک کارواں﴾

مرکز احیاء الفکر الاسلامی ایک دینی، دعوتی، فکری، اصلاحی، ادبی، ثقافتی، تعلیمی اور جامع عالمی ادارہ ہے، جس کا قیام علماء حق دیوبند، سہارنپور اور لکھنؤ کی سرپرستی میں قرآن وحدیث اور اسلامی فکر کی دعوت وتبلیغ اور اشاعت کیلئے عمل میں آیا، تاکہ قوم کے اندر صحیح اسلامی روح وفکر اور دینی بیداری وحمیت پیدا کی جائے، عصر حاضر کے اسلوب میں اسلامی کتب دینی پمفلٹ اور دعوتی وفکری اور ادبی لٹریچر ورسائل تیار کر کے دنیا کے مختلف زبانوں میں شائع کیے جائیں، انٹر، ہائی اسکول پاس اور جدید تعلیم یافتہ حضرات نیز لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ الگ پانچ سال کی قلیل مدت میں خصوصی کورس کے ذریعے عالم دین بنایا جائے اور مساجد ومکاتب قائم کیے جائیں نیز اسلامی شفاخانوں کا قیام کیا جائے تاکہ نادار طلبہ کے ساتھ غرباء اور مساکین کا علاج مفت اور اطمینان بخش ہو سکے، فرق ضالہ اور برادران وطن غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت پیش کی جائے، اور ان کے سامنے اس کی ہمہ گیری اور پوری انسانی برادری کے لیے باعث رحمت بتایا جائے، اور پیام انسانیت پیش کیا جائے۔

ان مقاصد کی تکمیل کے لیے مرکز کے دائرہ کار کو مندرجہ ذیل شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱- جامعة الامام ابی الحسن الاسلامیة　۲- جامعة فاطمة الزهراء للبنات

۳-ڈپلومہ ان انگلش لینگویج اینڈ لٹریچر　۴-اے ایس پبلک اسکول

۵- مکتبة الامام ابی الحسن العامة　۶- جمعیة اصلاح البیان

۷- دعوت وارشاد　۸- دارالافتاء　۹-شعبۂ کمپوٹر

۱۰- مجلس صحافت اسلامیه　۱۱- دارالبحوث والنشر

ملت کے دردمند حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ مرکز کا ہر طرح کا تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور، یوپی (انڈیا)